

منافق کی محرومی

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصُلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقْهُ فِي الدِّينِ - [رواه الترمذی]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو عادتیں منافق میں اکٹھی نہیں ہوتیں۔ اچھے اخلاق اور دین میں سمجھ۔“

دین کے بنیادی اصول ۲۷

امام بغوی فرماتے ہیں: فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑنے والے کے متعلق کفر کے فیصلے میں علماء کا اختلاف ہے، ابراہیم نخعی، عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل اور اسحاق رحمہ اللہ اسے کافر کہتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: نماز چھوڑنے والے کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے: نماز چھوڑنا کفر ہے۔ عبداللہ بن شقیق کی رائے گزر چکی ہے۔

دوسرے علماء کی رائے کے مطابق وہ کافر نہیں، انہوں نے حدیث کو نافرمانی اور ڈانٹ پر محمول کیا ہے۔ حماد بن زید، محمول، امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں: نماز چھوڑنے والے کو مرتد کی طرح قتل کیا جائے گا لیکن وہ دین سے خارج نہ ہوگا۔ زہری اور علمائے احناف کہتے ہیں: اسے قتل نہ کیا جائے، بلکہ نمازی بننے تک قید میں رکھا جائے اور مارا جائے، جیسے روزہ، زکوٰۃ اور حج چھوڑنے والے کو قتل نہیں کیا جاتا۔ [شرح السنۃ، ج: ۱، ص: ۷۹]

شیخ ابن جبرین سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا: جس نے حج کیا اور نماز نہ پڑھی، کیا اس کا حج شمار ہوگا یا نہیں؟ شیخ نے جواب دیا: اگر پوچھنے والے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص حج کرے جو دن رات میں اللہ تعالیٰ کی فرض کردہ پانچ نمازیں چھوڑنا اس کی عادت ہے جیسا کہ اسلام کی طرف منسوب بہت لوگ اسلامی شہروں میں ایسا کرتے ہیں اس کے باوجود وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ یہ صرف نام کے مسلمان ہیں، آپ ان میں سے اکثر کو دیکھیں گے کہ ساری زندگی نماز نہیں پڑھتے، یا صرف جمعہ اور عید کی نماز پڑھتے ہیں، اس کے علاوہ نمازوں کا کچھ پتہ نہیں، بلاشبہ ایسے لوگ اس بہت بڑے رکن کے متعلق سستی کرتے ہیں، جو دین کا ستون اور شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن ہے۔

احادیث میں نماز چھوڑنے والے پر کفر کا لفظ بولا گیا ہے، علماء کہتے ہیں: اس کا معنی اعتقادی کفر نہیں عملی کفر ہے۔ بہر حال جو حج کرتا ہے لیکن حج سے پہلے اور بعد میں اپنی نماز چھوڑنے والی عادت ترک نہیں کرتا اس کا ایک عمل تو معتبر ہوگا لیکن دوسرے بہت بڑے عمل میں نقصان کیا۔ نماز چھوڑنے والے کے متعلق کفر کے فیصلے میں علماء کا اختلاف ہے، وہ انہیں دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: ①: جو اس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے چھوڑتا ہے، وہ کافر ہے۔ اس کا حج فائدہ دے گا نہ صحیح ہوگا، اور اس کے ذمے فرض بھی ادا نہ ہوگا، اسی طرح اس کے باقی اعمال بھی درست نہ ہوں گے۔ ②: البتہ جس نے سستی یا بوجھ سے نماز چھوڑی وہ دین اسلام میں رہے گا اور مسلمان کہلائے گا، لیکن بہت بڑے رکن کو چھوڑنے کی وجہ سے یہ شخص بڑے خطرناک موڑ پر ہے، اسے کبیرہ گناہ کا مرتکب سمجھا جائے گا، لیکن اس کا حج صحیح ہوگا اور اسلام کا فرض ادا ہو جائے گا۔ اکثر علماء اور محققین اسے کافر ہی کہتے ہیں، اس کے حج اور تمام اعمال کو بے کار سمجھتے ہیں کیوں کہ احادیث میں نماز چھوڑنے والے پر کفر کا لفظ بولا گیا ہے۔ [السراج الوہاج للمعتمد والحاہ، ص: ۲۵، ۲۴]

یہاں سے کہنا دین کے شعائر میں سب سے اہم رکن ہے، بلاشبہ اس کی بہت عظمت ہے لہذا اس میں سستی جائز نہیں۔

فہرست

1	منافق کی محرومی	جواہر پارے
2	دین کے بنیادی اصول (۲۷)	کلمہ طیبہ
4	شعائر اللہ	اداریہ
6	تفسیر سورۃ ق (۱)	درس قرآن
10	توفیق الباری	درس حدیث
12	لڑکی اور اس کی سوتیلی ماں، حدیث قدسی کیا ہے؟	افتاء
16	احادیث فضیلت شب براءت اور امام البانی	تحقیق و تنقید
19	مولانا محمد ادریس ہاشمی	یاد رفتگان
24	کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے	نقطۂ نظر
27	ایک امریکی سفیر کا شعر	افکار معاصرین
29	بنا م مولانا عبدالغفار حسن	مشاہیر نامہ
35	بارود کا دھواں	شعر و ادب

شعارِ اللہ

حافظ احمد شاہ

اداریہ

اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ وہ اپنے خاص دنوں کو تہوار..... خوشیاں..... کہتے ہیں جب کہ اسلام میں ایسی کوئی خوشی نہیں جس کا آخرت سے تعلق نہ ہو اس لیے اسلام اپنے خاص ایام کو تہوار کی بجائے شعائر..... علامت یا نشانی..... کہتا ہے۔ جیسا کہ سورہ حج میں ہے جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی وہ دلوں کا تقویٰ ہے۔ شعبان المعظم کا چاند نظر آچکا اور رمضان المبارک کا انتظار شروع ہو چکا ہے۔ اس موسم میں کئی سال سے جاری وحدت امت کا وہ پروپیگنڈا شروع ہو جائے گا کہ دنیا بھر میں تمام مسلمان ایک ہی دن روزہ رکھیں اور ایک ہی دن عید منا کر امت کی یکجہتی کا ثبوت دیں۔ یہ نکتہ نظر کہیں پڑھا تو نہیں لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس عنوان کے داعیوں کے نہاں خانہ خیال میں عیسائیوں کا کرسمس ہے کہ جس طرح عیسائی دنیا بھر میں کرسمس ایک ہی دن یعنی ۲۵ دسمبر کو مناتے ہیں مسلمان بھی ایک ہی دن روزہ رکھیں اور ایک ہی دن عید الفطر وعید الاضحیٰ منائیں۔ حالانکہ یہ بات شرعاً اس لیے ممکن نہیں کہ اسلام نے اپنے شعائر جسے دور حاضر میں تہوار کہا جاتا ہے، کی بنیاد چاند یعنی سن بھری کو بنایا ہے۔ چنانچہ رمضان، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی احادیث مبارکہ میں تعین چاند کے ساتھ فرمائی گئی ہے، اور ساتھ ہی یہ حدیث بھی واضح ہے کہ آپ نے فرمایا: لكل بلد رؤیة..... والے..... چاند دیکھ کر فیصلہ کریں۔ احادیث مبارکہ میں مغرب کی اس سوچ اور فکر کا کوئی ذکر کیا اشارہ تک نہیں کہ مسلمان حکومتوں کا ایک ہی دن روزہ اور عیدین منانا ضروری ہیں۔ ہاں علم ہیئت و فلکیات سے استفادہ کرتے ہوئے علمی و فنی طور پر مطلع کے دائرے اور مسافت کی تعین کرنے میں نہ صرف کوئی حرج نہیں بلکہ ضرور کرنی چاہیے۔ مولانا کوثر نیازی مرحوم نے جب روت ہلال کمیٹی تشکیل دی تھی تو مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ کی سربراہی میں اس وقت کے علماء نے چند راہ نما شرعی اصول تحریر کیے تھے جن میں ایک یہ تھا کہ مطلع کا چاند کتنی مسافت تک معتبر ہے اور دوسرا چاند کو زمین پر کھڑے ہو کر آلہ کے ساتھ تلاش تو کیا جاسکتا ہے لیکن جب تک کہ ارض پر بغیر آلہ کے نظر نہ آجائے اور گواہ اس کو آنکھوں سے دیکھ نہ لیں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ یہ تفصیل عرض کرنے کی غرض یہ ہے کہ روت ہلال کمیٹی میں جب راہ نما اصول طے ہو چکے ہیں تو ان اصولوں کی روشنی میں ایک لائحہ عمل طے ہو جانا چاہیے جس میں احکام شریعت کا لحاظ مقدم رکھا جائے نہ کہ..... ایک ہی دن عید منانے کے..... فلسفے کا۔ ذرا غور کریں تو شمالی علاقہ جات یعنی پہاڑی آبادیوں میں ہموار علاقہ کی نسبت طلوع وغروب کا فرق ہوتا ہے۔ ہیئت و فلکیات کے علم کی رو سے ہموار علاقوں میں اگر چاند نظر نہیں آیا اور پہاڑی علاقوں میں چاند دکھائی دے دیا تو شریعت کی رو سے اس میں کوئی اعتراض نہیں جنہوں نے مطلع کا فنی اور علمی لحاظ کرتے ہوئے چاند دیکھ لیا وہ عید کر لیں اور جو چاند نہیں دیکھ سکے وہ عید دوسرے دن کر لیں۔..... حدیث، فقہ اور علم فلکیات کے..... اصحاب علم و فضل اس موضوع پر کھلے دل و دماغ اور وسعت علم و قلب سے مذاکرے کریں اور رمضان المبارک وعید الفطر آنے سے پہلے اس خلیجان میں قوم کی راہ نمائی فرمائیں۔

بعض دینی ممالک کے رہنے والے حالت سفر میں اپنے ملک کے مطابق روزہ رکھتے اور عید کا اہتمام کرتے ہیں یہ نکتہ نظر بھی لکھل بسلد رؤیة کے مطابق نہیں ان ممالک کے علماء سے درخواست ہے کہ وہ بھی مسلم امہ کی احادیث اور جمہور امہ کے تعامل کی روشنی میں راہ نمائی فرمائیں تاکہ امت اس شرعی و فنی خلیجان سے نجات پاسکے۔

اس بارے میں ایک رائے یا خیال یہ بھی ذہن میں آتا ہے کہ یک جہتی اور وحدت کے نام سے ہر سال جو شور اٹھایا جاتا ہے یہ کہیں شعائر اللہ کی عظمت کم کرنے کی سازش ہی نہ ہو کہ خدا نخواستہ اگر کوئی لادین دانشور وحدت و یک جہتی کے نام کو لے کر چل ہی نکلے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ یہی کہ ①..... اسلام کے شعائر بھی دوسری قوموں کی طرح صرف خوشیوں ہی کے دن رہ جائیں گے اور ان کا ثواب یا آخرت سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

- (۲)..... دین کے ناطے اور حوالے سے ہر مسلمان کے دل میں ان شعائر کی جو عظمت و اہمیت ہے وہ اولاً مجروح پھر ختم ہونی شروع ہو جائے گی۔
(۳)..... مثلاً عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن مسلمان خوشی و مسرت کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی نوید سے جو سرشار ہوتا ہے وہ اس سے محروم ہو جائے گا۔

یہ خیالات ضروری نہیں کہ سو فیصد درست ہوں لیکن جس طرح ان کے نادرست ہونے کا امکان ہے اسی طرح ان کے مذکورہ بالا متوقع نتائج بھی سامنے آ سکتے ہیں۔

ایک اذان نہیں ایک وقت میں اذان:

اگلے دن اخبارات میں اہل مصر کا ایک مضحکہ خیز اجتہاد اخبار میں شائع ہوا کہ قاہرہ شہر (مصر) کی چار ہزار مساجد میں جب مختلف اذانیں بلند ہوتی ہیں تو عوام اس سے ”ڈسٹرب“ یعنی ان کی معمولات و مشغولات متاثر ہوتے ہیں۔ لہذا قاہرہ شہر کے علماء و مفتیان نے طے کیا کہ اگر اگست یعنی یکم رمضان المبارک کو تمام مساجد سے لاؤڈ سپیکر اتار لیے جائیں گے اور ریڈیو قاہرہ سے ایک ہی اذان نشر ہوگی جو کہ نماز پڑھنے والے نمازی کو ایک آلہ کے ذریعہ پہنچ جائے گی اور وقت مقررہ کی اس اذان کی بنیاد پر مساجد میں جماعت ہوگی۔ جس کا اگلا مرحلہ ممکن ہے کہ جماعت بھی ریڈیو میں ہو جائے گی اور ہر نمازی گھر، دکان، دفتر، سفر اور حضر ہر جگہ ”با جماعت نماز“ کا ثواب پالے گا۔

ہمارے ہاں..... لاہور..... کے ایک تجربہ کار کالم نگار نے اس مصری فتویٰ کی بنیاد پر ایک کالم بھی لکھ ڈالا جس میں انہوں نے اپنے موہوم خدشات اور ممکنہ توقعات کا تانا بانا جوڑ کر بعض اہم تجاویز اور مشورے بھی تحریر فرمائے ہیں لیکن ان محترم کالم نگار نے کالم کے آخر میں ان سارے..... عباداتی..... احکام کے معلم، ذمہ دار اور رائے دینے کے اہل علمائے کرام اور فقہائے عظام کو قرار دے کر سارے کالم کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں اب تک محمد اللہ یہ تصور تو نہیں کہ مختلف مکاتب فکر کی مساجد کی اذانیں ہمارے کاموں میں خلل ہوتی ہیں تاہم اذانوں کے متضاد آہنگ کا حل اصحاب علم و عقل ضرور چاہتے ہیں۔ آج کسی بہانے سے مقطع میں سخن گسترانہ بات آن ہی پڑی ہے تو ہم بھی اس کے بارے میں تجاویز پیش کرتے ہیں جس کی بنیاد ہم چاہتے ہیں کہ کتاب و سنت ہی کو بنایا جائے کہ تعبیر کے اختلاف کے باوجود امت کے نزدیک ابھی تک کتاب و سنت ہی دین کی بنیاد ہیں۔

①..... سعودی عرب کی طرح پانچوں نمازوں کے اوقات طے کر دیے جائیں جس میں شاید نماز عصر کے وقت کا مسئلہ زیادہ نازک ہو اہل علم سے مشورہ و مفاہمت کر کے اولیت و افضلیت کی بنیاد پر اتفاق ہونا ان شاء اللہ ممکن ہوگا۔

②..... تمام مساجد کو اذان سمیت لاؤڈ سپیکروں کی آواز مناسب اور مسجد کے اندر تک محدود کرنے کی ہدایت کی جائے۔

③..... ہر مکتبہ فکر کے لوگوں کو اذان کے لیے انہی الفاظ کا پابند کیا جائے جو الفاظ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہوں، ماقبل اور مابعد جو کوئی پڑھنا یا کہنا چاہے اس کے لیے سپیکر استعمال کرنے کی ممانعت ہونی چاہیے۔

④ بعض مساجد میں رات دواڑھائی بجے کے بعد ہی، وقت بتانا یا تلاوت و اشعار سنانا اور نماز فجر یا نماز تہجد کے لیے جگانا شروع کر دیا جاتا ہے۔ اس عمل کے لیے لاؤڈ سپیکر کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے اگر اس کو ضروری ہی سمجھا جائے تو حرمین شریفین کی طرح نماز فجر سے صرف آدھ گھنٹہ قبل اس طرح اذان کی اجازت دی جائے جس میں سپیکر کی آواز مسجد تک محدود ہو۔ چنگا نہ اوقات نماز میں ہر مکتبہ فکر اولیت کے مطابق وقت طے کر سکتا ہے لیکن اس میں بھی سپیکر کی آواز مسجد تک محدود رکھنا لازم قرار دیا جائے۔ اسی طرح درس قرآن پاک کے نام سے بعض مساجد میں ۶، ۶۔ ۸، ۸ سپیکر چلائے جاتے ہیں۔ بعض مساجد میں حاضرین کی تعداد بسا اوقات سپیکروں سے بھی کم ہوتی ہے اس پر بھی پابندی لگائی جائے۔ اس لیے وطن عزیز میں مصر کی نقالی کرتے ہوئے ریڈیو کی ایک اذان کی بجائے اذانوں کا ایک وقت مقرر کیے جانے سے امید ہے بہت سے مناقشات، مجادلات اور معاملات سلجھ جائیں گے۔ ان اریدہ الاصلاح ما استطعت۔

تفسیر سورہ ق

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

الاعتصام کی ایک روایت ہے کہ وہ شروع ہی سے قرآن حکیم کی تفسیر یا نکات کے عنوان سے اپنے قارئین کی خدمت میں کچھ نہ کچھ پیش کرتا رہتا ہے۔ اور مختلف اوقات میں مختلف علمائے عظام اور خطیبان کرام کے علم و فضل سے خوشہ چینی کرتا رہا۔ رواں جلد کی ابتدا میں ہم نے رفقاء کار کے مشورے سے ہندوستان کے دو معروف و مستند علماء کے حواشی و تفسیر کو یکجا کر کے شائع کرنے کا فیصلہ کیا لیکن افسوس کہ ان حواشی و تفسیر سے قارئین کرام حسب خواہ مستفید نہ ہو سکے، اس کا سبب زبان کے متروک الفاظ کا استعمال بھی ہو سکتا ہے۔ محترم قارئین کے تقاضوں کے پیش نظر ہم وہ تفسیری سلسلہ بند کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے جماعت کی مشہور علمی شخصیت اور دارالدعوة السلفیہ کے رکن رکن مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ کی خدمت میں قارئین الاعتصام کے لیے تفسیری افادات تحریر کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے مہربانی فرماتے ہوئے سورہ ق پر دیئے ہوئے خطبات جمعہ جو کہ طبع بھی ہو چکے ہیں طبع کرنے کی اجازت اس وضاحت کے ساتھ عطا فرمادی کہ یہ انداز اگر قارئین مفید محسوس کریں گے تو وہ اس سے آگے بھی یہ سلسلہ ان شاء اللہ جاری رکھیں گے۔ (الاعتصام)

﴿ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ۝﴾

”ق“ قسم ہے قرآن مجید کی۔“

ق حروف مقطعات میں سے ہے، انتیس ۲۹ سورتوں کا آغاز ان حروف سے ہوتا ہے۔ جنہیں علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا حیثیت سے پڑھا جاتا ہے، جیسے ص، ن، حم، طه، طس، الم، الر، الممر، المص، کھیلص، حم، عسق وغیرہ حروف ہیں۔ سورتوں کے آغاز میں ان حروف کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، بعض نے کہا ہے:

ان سے قرآن کے اعجاز کی طرف اشارہ ہے، کیوں کہ عربی لفظ ایک حرف سے لے کر پانچ حروف سے بنتا ہے۔ کچھ وہ الفاظ ہیں جو صرف ایک حرفی ہیں، کچھ دو حرفی، کچھ ثلاثی، کچھ رباعی اور کچھ خماسی ہیں۔ قرآن مجید میں بھی یہ حروف اسی اسلوب میں ہیں، کچھ ایک حرفی ہیں، جیسے ص، ن، ق کچھ دو حرفی ہیں، جیسے حم، یس، طس کچھ تین حرفی ہیں، جیسے الم، الر، کچھ چار حرفی ہیں جیسے الممر، المص، اور کچھ پانچ حرفی ہیں جیسے حم، عسق، کھیلص اور یہ قرآن کے اعجاز پر دلالت کرتے ہیں کہ عربی کلام انہی پانچ نوعیت کے الفاظ پر مشتمل ہے، قرآن پاک بھی انہیں حروف پر مشتمل ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل عرب کو چیلنج ہے کہ اے اہل عرب! تمہیں اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز ہے، قرآن کو کلام الہی تسلیم

نہیں کرتے ہو، اسے شاعر کا کلام سمجھتے ہو، تو اٹھو تم قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ، تمہاری تمام تر لسن ترانیوں کے باوجود ہم واشگاف الفاظ میں تمہیں خبردار کرتے ہیں کہ کیا، سب جن و انس مل کر بھی قرآن کی ایک سورت جیسی کوئی سورت نہیں بنا سکتے۔ یہ رائے امام رازی، امام مبرد، امام الفراء، علامہ زنجیزی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ المزی رحمہ اللہ کی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا بھی یہی رجحان ہے، فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ عموماً ان حروف کے بعد قرآن مجید کی عظمت کا ذکر ہے۔ جیسے:

﴿الْم ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۝﴾

﴿الْم ۝ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَلَ عَلَیْكَ

الْكِتٰبُ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ يَدَیْهِ ۝﴾

﴿الْمص ۝ كَتَبْنَا نَزْلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ

حَرَجٌ مِّنْهُ ۝﴾

﴿الْم ۝ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝﴾

﴿حَم ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝﴾

اور دیگر آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ [تفسیر ابن کثیر، ص: ۶۳، ج: ۱۰]

بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان حروف مقطعات سے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات مراد ہیں، اور ہر حرف اللہ تعالیٰ کے نام اور صفت پر

نماز میں ﴿اَلَمْ﴾ السَّجْدَةُ ﴿﴾ اور ﴿هَلْ اَتَى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ پڑھتے تھے۔ [بخاری، رقم: ۸۹۱۔ مسلم، رقم: ۲۰۳۴]

لیکن یہ بات تو بین ہے کہ بہت سی سورتیں ان حروف مقطعات کے ناموں سے مشہور نہیں ہوئیں اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سورتوں کے یہ نام تو قیفی ہیں۔ [الانتقان، ص: ۵۲، ج: ۱]

بہر نوع یہ حروف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نام پر دلالت کرتے ہوں یا یہ سورتوں کے نام ہوں یہ تحدی اور اعجاز کے طور پر ہوں اس سے یہ بات تو واضح ہوتی ہے کہ عربوں کے ہاں یہ اسلوب کلام بیگانہ اور اجنبی نہ تھا۔ اگر یہ ان کے مزاج کے مطابق نہ ہوتا تو وہ ضرور اس پر معترض ہوتے۔ قرآن پر معاندین نے بہت سے اعتراضات کیے، قرآن پاک ہی میں ان کا جواب بھی دیا گیا، مگر ان حروف کے بارے میں ان کی خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اسلوب بیان ان کے ہاں متعارف تھا۔

رہی یہ بات کہ ان کے معانی و مطالب کیا ہیں، یقیناً ان کے معانی اللہ تعالیٰ کے ہاں تو متعین ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز اس بارے میں ثابت نہیں، نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کریں۔ اگر ان حروف کے معانی معلوم کرنے میں ہی ہدایت کا انحصار ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بارے میں قطعاً خاموش نہ رہتے، بلکہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ ان حروف کا علم اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یہی قول امام عامر شعبی، سفیان ثوری، ربیع بن خثیم، ابو حاتم ابن حبان رحمہم اللہ کا ہے۔

[ابن کثیر، ص: ۳۸، ج: ۱]

بلکہ اکثر متاخرین کا یہی قول ہے کہ ان حروف کی تحقیق میں سرگرداں ہونے کی ضرورت نہیں۔ بس ہمیں یہی کہنا چاہیے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

آمنا به كل من عند ربنا

امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عبادات تین قسم کی ہیں:

- ①..... عبادت قلبی ②..... عبادت لسانی
- ③..... عبادت جسمانی۔ اور ان تمام عبادات میں بعض وہ ہیں جو

دلالت کرتا ہے۔ مثلاً اَلَمْ تیں الف سے اللہ، لام سے لطیف، اور میم سے مجید مراد ہے۔ کلام عرب میں اس کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً شاعر کا قول ہے:

قُلْنَا قَفِي لَنَا فَقَالَتْ: قَ

یایوں کہ:

قُلْتُ لَهَا قَفِي فَقَالَتْ: قَ

میں نے اسے کہا ٹھہر جاؤ، تو اس نے کہا ق یعنی ”وقف“ میں ٹھہر گئی۔

یا جیسے کسی شاعر نے کہا:

بِالْخَيْرِ خَيْرَاتٌ وَإِنْ شَرًّا فَا

وَلَا أَرِيدُ الشَّرَّ إِلَّا نَا

یہاں ”فا“ سے مراد فشر ہے اور ”تا“ سے مراد تشاء ہے۔ ”یعنی بھلائی سے بہت سی بھلائیاں ملیں گی اور اگر برائی کرو گے تو اس کا بدلہ برا ہوگا۔ اور میں شر کا ارادہ بھی کرتا ہوں جب تم شر چاہتے ہو۔“

گویا عربوں میں یہ دستور ہے کہ وہ کلمے کا ایک حرف بولتے ہیں جو اس کلمہ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ طرز و دستور محدثین نے بھی اختیار کیا ہے۔ جیسے ”ننا“ سے حدثنا، ”انا“ سے أخبرنا، اور ”ح“ سے تحویل مراد لیتے ہیں۔

کتب احادیث کی علامات اسی دستور پر ہیں۔ ”خ“ سے بخاری، ”م“ سے مسلم، ”ذ“ سے ابوداؤد، ”ت“ سے ترمذی، ”س“ سے نسائی، ”ق“ سے ابن ماجہ قزوینی، حتیٰ کہ سرکاری القاب، سرکاری عہدوں، تجارتی فرموں اور کمپنیوں میں بھی یہ دستور عام ہو گیا ہے۔ مگر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کلام عرب میں سیاق کلام اس معنی پر دلالت کرتا ہے، مگر قرآن مجید میں یہ حروف مقطعات اس سیاق میں وارد نہیں ہوئے۔

بہت سے مفسرین نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ حروف سورتوں کے نام ہیں۔ جیسے سورہ طہ، سورہ یس، سورہ ق، سورہ ص، سورہ ن، سورہ اَلَمْ السَّجْدہ وغیرہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز صبح کی

اس سورہ ق میں ”ق“ سے مراد اور اس کے معنی میں وہ تمام مفہومات اور توجیہات ہیں جو مختصراً ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، کہ یہ حرف دیگر حروف مقطعات کی طرح تحدی کے طور پر بھی ہوسکتا ہے، یہ اللہ کی صفت کی طرف اشارہ بھی ہے کہ وہی قیوم، قادر، قاهر، قریب اور قاضی الامور ہے۔ سورت کا نام تو یہ ہے ہی، اور یہ بھی کہ حقیقتاً تو اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول منقول ہے کہ اس سے مراد ایک پہاڑ ہے، جو زمین کو گھیرے ہوئے ہے، جس کا نام قاف ہے، مگر حافظ ابن کثیر نے اسے اسرائیلی خرافات قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی سند درست نہیں۔

”و“ حرف قسم ہے اور ”القرآن“ علم یعنی نام ہے۔ جیسے ”تورات“ اس کتاب کو کہا جاتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اور ”انجیل“ اس کتاب کا نام ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اور ”زبور“ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ ”القرآن“ نام خود اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تقریباً ارسٹھ (۶۸) مقامات پر اسی نام سے یاد کیا ہے۔ ۵۰ بار بطور معرفہ یعنی الف لام کے ساتھ اور ۸ بار بغیر معرفہ کے آیا ہے۔

[المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الکریم، ص: ۵۳۹، ۵۴۰]

”القرآن“ کے علاوہ اس کے نام الفرقان، الذکر، الکتاب، قرآن مجید ہی میں اسم علم کے طور پر آئے ہیں۔ ”الفرقان“ کے لیے دیکھئے آل عمران (آیت: ۴)، الفرقان (۱)۔ ”الذکر“ کے لیے دیکھئے الحجر (۹)، النحل (۴۴)۔ الکتاب، البقرة (۱)، الکھف (۱) بلکہ یہ اسم تو متعدد مقامات پر آیا ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا اس کے یہی چار نام ہیں۔

[جامع البیان، ج: ۱، ص: ۴۱، ۴۲]

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان [ج: ۱، ص: ۵۱] میں ذکر کیا ہے کہ علامہ ابوالعالی عزیزی بن عبد الملک نے ”البرہان“ میں قرآن مجید کے پچپن (۵۵) نام ذکر کیے ہیں۔ جیسے التزیل، الکریم، المجید، الحکیم وغیرہ، مگر یہ قرآن مجید کی صفات ہیں۔ بطور علم چار نام ہی قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں جیسا کہ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

معقول المعنی ہیں اور بعض وہ ہیں جن کی تعبیر عقل و فکر سے بالاتر ہے۔ مثلاً عبادت جسمانی میں ایک حج بھی ہے۔ لیکن رمی جمار اور صفا و مروہ کے مابین سعی کی کوئی عقلی توجیہ نہیں، حاجی بس اللہ کا بندہ ہے اور حق بندگی ادا کر رہا ہے۔ عبادت قلبی میں توحید، رسالت اور قیامت سب کی عقلی توجیحات اور ان کی صداقت ایک حقیقت ثابتہ ہے، مگر پل صراط جو تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہوگی، معقول المعنی نہیں۔ ایک عرصہ تک تو وزن اعمال بھی غیر معقول المعنی تھا اور ہم یہ سب تسلیم کرتے اور ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی طرح عبادت لسانی میں یہ حروف تجنی اور یہ حروف مقطعات ہیں، جن کے معنی معلوم نہیں، یہ حروف اسی طرح پڑھنا مطلوب ہیں اور باعث اجر و ثواب ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ (الْم) حَرْفٌ وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَا مٌ حَرْفٌ وَمِثْمٌ حَرْفٌ))

[ترمذی، رقم: ۲۹۱۰]

”جو اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھتا ہے اسے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی کا دس گنا درجہ و ثواب ہے میں نہیں کہتا ﴿الْم﴾ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔“

اسی سے اس غلط فہمی کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے کہ قرآن پڑھنے کا کبھی فائدہ ہے جب اس کے معانی و مطالب سمجھ کر پڑھا جائے، حالاں کہ کتنے ہیں جو اس کے مطالب و معانی سے واقف ہیں، مگر اس سے مستفید نہیں ہوتے، بلکہ وہ ﴿يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا﴾ کا مصداق ہیں، ایمان و یقین ہی سے پڑھا جائے تو اس کا فائدہ ہے، متقین ہی کے لیے یہ باعث ہدایت ہے۔ اور ایمان سے جو اس کی تلاوت کرتا ہے اسے بھی ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ آپ ﷺ نے ﴿الْم﴾، جو غیر معقول المعنی حروف ہیں، کی مثال دے کر اس وہم کی جڑ کاٹ دی کہ بغیر سمجھ کے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت، اس کی تعلیم اور اس پر عمل تینوں مطلوب و مقصود ہیں۔

ہو اور ترتیب نزولی کے بغیر ہر ایک آیت کو اس کے محل پر ایسا جمع کیا گیا ہے کہ ان میں باہم معنوی مناسبت پر عقل و خرد جھوم جھوم جاتی ہے۔ آیات ہی نہیں سورتوں کی ترتیب و جمع میں بھی یہی نوعیت ہے۔

﴿وَالْقُرْآنُ الْمَجِيدُ﴾

”قسم ہے قرآن مجید کی۔“

مجید کے معنی صاحب کرم و فضل، بزرگ، برتر اور با عظمت کے ہیں، یہ لفظ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم مبارک ہے، اور قرآن مجید میں دو مقامات پر اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝﴾

[البروج: ۱۵۱، ۱۵۲]

”اور وہی (گناہ گاروں) کو بخشنے والا اور (نیکیوں سے) محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک بڑی شان والا ہے۔“^①

اور ایک دوسرے مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں، جب انہیں اور ان کی بیوی کو بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت دی گئی اور ان کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام نے اس پر تعجب کا اظہار کیا، کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت تقریباً سو سال اور حضرت سارہ علیہا السلام کی نوے سال ہو چکی تھی۔ تو فرشتوں نے کہا:

﴿اتَّعَجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ

أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝﴾ [ہود: ۷۳]

”کیا تم اللہ کی قدرت پر تعجب کرتی ہو، اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو، بے شک وہ تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔“

قرآن پاک کے بارے میں بھی یہ لفظ دو ہی بار استعمال ہوا ہے، ایک اسی مقام پر سورہ ق میں، اور دوسری جگہ سورہ البروج میں، چنانچہ فرمایا ہے:

﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ۝﴾

”بلکہ وہ قرآن بڑی بزرگی والا ہے، لوح محفوظ میں لکھا ہوا

ہے۔“ [البروج: ۲۱، ۲۲] [جاری ہے]

”القرآن“ کے اشتقاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن، رجحان اور کفران کے وزن پر قُوراً یَقُورُ کا مصدر قُوراً ۱ اور قُوراً ۲ ہے، اور پڑھنے کے معنی میں ہے، گویا یہ کتاب پڑھنے کے لیے نازل ہوئی ہے اور قیامت تک پڑھی جائے گی، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی یہی کتاب قرآن مجید ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”القرآن“، مہموز یعنی قراءت سے مشتق نہیں بلکہ یہ نام اور علم ہے، جیسے تورات اور انجیل پہلی کتابوں کا علم ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: میں نے اسماعیل بن قسطنطین سے قرآن پڑھا وہ فرماتے تھے: قرآن، قراءت سے مشتق نہیں اگر قراءت سے مشتق ہوتا تو جو کچھ پڑھا جاتا وہی قرآن کہلاتا، بلکہ ”قرآن“ نام ہے [تاریخ بغداد، ج: ۲، ص: ۶۲ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ [الاتقان، ج: ۱، ص: ۵۱]

امام اشعری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: یہ ”قرن“ سے مشتق ہے۔ عرب جب ایک کو دوسری چیز سے ملاتے تو کہتے قرنٹ الشیء بالشیء قرآن میں بھی سورتیں، آیات ایک دوسرے سے ملائی اور جوڑی گئی ہیں، جو جدا جدا نازل ہوئی تھیں۔

علامہ زجاج رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قرآن مہموز ہے۔ قرآن سے مشتق ہے جیسے الغفران اور فعلان ہے اور اس کے معنی جمع کرنے کے ہیں، عرب کہتے تھے: قُوراً السماء فی الحوض ”پانی حوض میں جمع ہو گیا۔“ اور ”قرآن“ اس معنی میں کہ اس میں باہم سورتوں کو جمع کیا گیا ہے۔

علامہ راغب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہر مجموعہ کو اور مجموعہ کلام کو قرآن نہیں کہا جاتا، بلکہ یہ اس معنی میں ہے کہ اس میں تمام کتب سابقہ کے ثمرات و مقاصد کو جمع کر دیا گیا۔ یا اس لیے کہ اس میں تمام علوم جمع ہیں۔ [الاتقان]

گویا علامہ زجاج اور امام اشعری قرآن کو جمع کے معنی میں لیتے ہیں البتہ اس کے اشتقاق میں ان کا رجحان مختلف ہے۔ قرآن میں آیات اور سورتوں کی جمع و ترتیب بھی مسلمہ امر ہے۔ قرآن نجماً نجماً نازل

① عاصم کے علاوہ کوئیوں کے نزدیک ”مجید“ یہاں عرش کی صفت ہے۔ (فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۴۰۲)

توفیق البخاری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسمیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکروٹ شالامار باغ۔ لاہور)

۶۷۸. عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَثْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ قَالَ صَبَاحَ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءً كُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثًا ثَلَاثًا: بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّهُ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ)) وَكَانَ أَصَابَهُ طَرَفٌ مِنَ الْفَالَجِ، فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَنَظَنَ لَهُ، فَقَالَ: إِنَّ الْحَدِيثَ كَمَا حَدَّثَكَ، وَلَكِنِّي لَمْ أَقُلْهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ، لِيَمُضِيَ قَدَرُ اللَّهِ. [حسن صحيح]

”حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر دن کی صبح کو اور رات کی شام کو یہ کلمات تین تین مرتبہ پڑھے وہ اس دن یا اس رات ہر بلا و نقصان سے محفوظ رہے گا۔ ہم نے اللہ کے نام کے ساتھ صبح یا شام کی جس کے نام (کی عظمت و جلال و برکت) کی وجہ سے زمین و آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ ابان بن عثمان کے جسم کے بعض حصے پر فالج ہو گیا تھا وہ شخص ان کی طرف دیکھنے لگا وہ سمجھ گئے، کہنے لگے حدیث اسی طرح ہے جس طرح میں نے بیان کی ہے میں نے اس دن یہ دعا نہیں پڑھی تھی جس دن مجھے فالج کا حملہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آگئی۔“

باب: الدعاء عند الصف في سبيل الله

جہاد میں دشمن کے سامنے صف بندی کے وقت دعا کی اہمیت
۶۷۹. عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: سَاعَتَانِ تَفْتَحُ لَهُمَا

باب: من لم يسأل الله يغضب عليه

جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے

۶۷۵. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ)) [حسن]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔“

فائدہ: یہ وصف ارحم الراحمین کا برخلاف خُلُقِ خَلْقِ ہے کہ انسان سوال کرنے سے غصہ میں آتا ہے اور بخل کرتا ہے اور اللہ کا غصہ سوال نہ کرنے پر ہوتا ہے مع ہذا ترک سوال کرنا عین ضلال ہے۔

۶۷۶. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

((مَنْ لَمْ يَسْأَلْهُ يَغْضَبْ عَلَيْهِ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا ہے اللہ اس پر غصہ کرتا ہے۔“

۶۷۷. عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا دَعَوْتُمْ اللَّهَ فَأَعْزِمُوا فِي الدَّعَاءِ، وَلَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ:

إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي، فَإِنَّ اللَّهَ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ))

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ سے دعا کرو تو دعا میں عزم کرو کوئی تم میں سے یہ نہ کہے کہ اگر تو چاہے تو مجھ کو دے دے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔“ [صحیح البخاری: ۹۷]

حضرت وکیع نے منی کے شر سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ بتایا زنا میں واقع ہونے سے پناہ مانگنا مراد ہے۔“

۶۸۳. عن عبد الله بن عباس قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: ((اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَيَسِّرْ اَلْهُدٰى لِيْ.)) [صحیح]

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے: اے اللہ! میری اعانت فرما میرے خلاف اعانت نہ کر، میری مدد فرما میرے خلاف مدد نہ کر اور میرے لیے ہدایت کی راہ آسان فرما۔“

۶۸۴. عن ابن عباس قال: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَدْعُوْا بِهٰذَا: ((رَبِّ اَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَيَسِّرْ لِيْ اَلْهُدٰى، وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ يُّبْعِيْ عَلَيَّ، رَبِّ اجْعَلْنِيْ شَكَارًا لِّكَ، ذَكَارًا رَّاهِبًا لِّكَ، مِطْوَاْعًا لِّكَ، مُخْبِتًا لِّكَ، اَوْاْهًا مُّنِيْبًا، تَقْبَلُ تَوْبَتِيْ، وَاغْسِلْ حَوْثِيْ، وَاجِبْ دَعْوَتِيْ، وَتَبِّتْ حُجَّتِيْ، وَاهْدِ قَلْبِيْ، وَسَدِّدْ لِّسَانِيْ، وَاسْأَلْ سَخِيْمَةَ قَلْبِيْ.))

”حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یوں دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میری اعانت فرما اور میرے خلاف کسی کی اعانت نہ فرما اور میری مدد فرما میرے خلاف کسی کی مدد نہ فرما میری بھلائی کی تدبیر فرما میرے خلاف تدبیر کرنے والے کو ناکام بنا، میری ہدایت کی راہ آسان فرما اور میری مدد فرما جو مجھ پر زیادتی کرے۔ اے میرے پروردگار! مجھے اپنا بہت زیادہ شکر کرنے والا اور بہت زیادہ ذکر کرنے والا اور بہت زیادہ ڈرنے والا اور بہت زیادہ فرماں بردار اور آپ کی طرف رجوع کرنے والا عاجزی کرنے والا متوجہ ہونے والا بنا دے اور میری توبہ کو قبول فرما اور میرے گناہوں کو دھو دے اور میری دعا کو قبول فرما اور میرے عذر کو قبول فرما اور میرے دل کو ہدایت عطا فرما اور میری زبان کو درست فرما اور میرے دل کی سیاسی دھودے۔“

اَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَقُلْ دَاعٍ تُرْكُ عَلَيْهِ دَعْوَتُهُ: حِيْنَ يَخْضُرُ النَّدَا، وَالصَّفِّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. [صحیح موقفا]

”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں دو وقت ایسے ہیں ان میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور کم ایسے دعا کرنے والے ہیں جن کی دعا رد ہو ایک جس وقت کہ اذان ہوتی ہو دوسری میدان جہاد میں دشمن کے سامنے صف باندھے ہوئے۔“

فائدہ: صاحب حصن حصین نے اماکن اجابت کو استقراء کر کے لکھا ہے۔ غالباً ان اوقات میں دعا کا قبول ہونا ثابت ہوا ہے۔ واللہ الحمد

باب: دعوات النبی ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا بیان

۶۸۰. عن اَبِيْ صِرْمَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ غِنَاً وَغِنٰی مُوَلٰی.))

”حضرت ابوصرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے (اپنے لیے) غنا کا سوال کرتا ہوں اور اپنے تعلق والوں کے لیے بھی غنا کا سوال کرتا ہوں۔“

۶۸۱. حَدَّثَنِیْ یَحْيٰی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْيٰی، عَنْ مُوَلٰی لَهُمْ، عَنْ اَبِيْ صِرْمَةَ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ..... مثله .

یہ حدیث دوسری سند سے بھی آئی ہے۔

۶۸۲. عن سُكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَّمْنِيْ دُعَاءً اَنْتَفَعُ بِهٖ، قَالَ: ((قُلْ: اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَلِسَانِيْ وَقَلْبِيْ وَشَرِّ مَنِيْنِيْ.)) قَالَ وَكَيْفَ: ((مَنِيْنِيْ)) يَعْنِي: الزَّنَا وَالْفُجُوْر. [صحیح]

”سُکَل بن حمید سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی مجھے کوئی دعا سکھائیے جس سے مجھے فائدہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (اس طرح) کہہ اے اللہ! مجھے عافیت دے مے کانوں کے شر سے اور میری آنکھوں کے شر سے اور میرے دل کے شر سے اور میری منی کے شر سے۔“

△ لڑکی اور اس کی سوتیلی ماں کو ایک نکاح میں جمع کرنا؟

△ حدیث قدسی کیا ہے؟

محمد عبداللہ خاں عقیف

[صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب حرمت علیکم امہاتکم، ج: ۲، ص: ۷۶۵]
”کہ بی بی زینب بنت علی جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوہ لیلیٰ بنت مسعود دونوں بیک وقت حضرت عبداللہ بن جعفر بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔“
قرآن مجید کی آیت اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے صاف ظاہر ہے کہ اعظم خاں کا اپنی سوتیلی ساس سے نکاح درست اور جائز ہے۔ حرمت کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال: ①..... حدیث قدسی کسے کہتے ہیں؟

②..... قرآن اور احادیث قدسیہ میں کیا فرق ہے؟

③..... احادیث قدسیہ اور دوسری احادیث میں کیا فرق ہے؟

تفصیلاً جواب مطلوب ہے۔ [محمد عباس، گانچے، بلتستان]

جواب: ①..... حدیث قدسی کا معنی:

علامہ مناوی لکھتے ہیں:

القدس بضم تین وباسکان الثانی هو الطهر

والارض المقدسة وبیت المقدس منها معروف

وتقدس اللہ تنزهہ وهو القدوس . المصباح

القدس والقدس دال کے ضمہ اور سکون کے ساتھ۔ اس کا معنی پاک ہے۔ ارض مقدسہ اور بیت المقدس کا معنی پاک خطہ۔ پاک شہر اور تقدس اللہ کے معنی اللہ پاک ہے ہر عیب اور نقص سے۔ القدوس اللہ کا نام ہے اسی مناسبت کے اعتبار سے۔ لہذا الاحادیث القدسیہ کا معنی ہے وہ احادیث جو اللہ القدوس کی طرف منسوب ہیں۔

انما نسب الاحادیث الی القدس لاضافة معناها

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص خالد شاہ خاں کی دو بیویاں ہیں۔ ایک ہاجرہ اور دوسری فاطمہ ہے۔ ہاجرہ کے لطن سے ایک لڑکی شہناز پیدا ہوئی۔ خالد شاہ نے اس کا نکاح اپنے ایک عزیز اعظم خاں کے ساتھ کر دیا۔ بعد ازاں خالد شاہ خاں فوت ہو گیا تو اعظم خاں نے اپنے سر خالد شاہ کی دوسری بیوی فاطمہ سے بھی نکاح کر لیا جب کہ خالد شاہ کی بیٹی شہناز بھی اس کے نکاح میں زندہ موجود ہے۔ کیا نکاح شرعاً درست ہے۔ بیوا تو جروا

[مولوی محمد زمان خاں، ضلع صوابی]

جواب: بشرط صحت سوال اعظم خاں کا یہ نکاح شرعاً درست ہے۔ کیوں کہ خالد شاہ کی دوسری بیوی اعظم خاں کی حقیقی ساس یعنی شہناز دختر خالد شاہ کی حقیقی والدہ نہیں۔ لہذا وہ ﴿حرمت علیکم امہاتکم وامہت نساء کم﴾ ”کہ تم پر تمہاری حقیقی مائیں (یا رضاعی مائیں) اور تمہاری بیویوں کی حقیقی مائیں تم پر حرام ہیں۔ جب وہ حقیقی ماں نہیں تو پھر بلاشبہ اس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

نسبی، رضاعی اور سرالی حرام رشتوں کی تفصیل کے بعد ارشاد الہی ہے:

﴿واحل لکم ما وراء ذلکم﴾ [النساء: ۲۴]

”کہ ان حرام رشتوں کے علاوہ دوسری عورتیں تم پر حلال کردی گئی ہیں۔“

صحیح بخاری میں: باب حرمت علیکم امہاتکم کے تحت امام بخاری فرماتے ہیں:

وجمع عبد اللہ بن جعفر (ابن علی) بین ابنۃ علی

وامرأة علی وقال ابن سیرین لا بأس به . الخ

الی اللہ وحدہ .

تعریف: الحدیث القدسی:

فان ما اخبر الله به نبیة صلى الله عليه وسلم بالالهام او بالمنام فاخبر عليه الصلوة والسلام عن ذلك المعنى بعبارة نفسه .

”حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو الہام میں یا خواب میں خبر دی ہو اور اس خبر کا معنی رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہو۔“ ملا علی بن سلطان قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الحديث القدسی ما يرويه صدر الرواة ومصدر الثقات عليه افضل الصلوات واكمل التحیات عن الله تبارك وتعالى تارة بواسطة جبریل عليه السلام وتارة بالوحی او الالهام والمنام مفوضا اليه التعبير باى عبارة شاء من انواع الكلام .

”حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی روایت رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بیان فرمائی ہو، کبھی بواسطہ جبریلؑ کا ہے وحی کا ہے الہام یا خواب کے ذریعہ اور اس کی تعبیر رسول اللہ ﷺ کو سونپ دی گئی ہو اور آپ نے اپنے الفاظ میں وہ مفہوم ادا فرمایا ہو۔ جب کہ قرآن مجید صرف جبریلؑ کے واسطہ سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے الفاظ بعینہ لوح محفوظ کے الفاظ ہیں۔“ [القرآن کلام اللہ بنقل متواتر غیر مخلوق]

یہی وجہ ہے نماز میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔ حدیث قدسی کی قرآنہ نہیں کی جاتی۔ علی ہذا القیاس حالت جنابت، حیض اور نفاس میں قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں۔ قرآن کی نقل متواتر ہے جب کہ ہر حدیث قدسی متواتر نہیں۔ قرآن معجز ہے مگر حدیث قدسی معجز نہیں اور اس کا منکر کافر نہ ہوگا۔

(مگر یاد رہے جس طرح قرآن مجید کا انکار کفر ہے بعینہ صحیح حدیث، قدسی ہو یا غیر قدسی کا انکار بھی کفر ہے۔ لہذا مولانا قاری حنفی کا یہ

کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ حدیث قدسی کے انکار کا مرتکب کافر نہ ہوگا۔)

سوال: یہاں یہ سوال انگڑائی لیتا ہے کہ غیر قدسی احادیث تمام کی تمام اسی طرح کی ہیں کہ وہ بھی اسی ذات ستودہ صفات کی فرمودات ہیں جس کی شان میں ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ فرمایا گیا ہے۔ گویا

گفتہ او گفتہ اللہ بود گر چہ از حلقوم عبد اللہ شود

جواب: علامہ کرمانی اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

قلت الفرق بان الحديث القدسی مضاف الى الله تعالى ومروى عنه بخلاف غيره .

”قدسی اور غیر قدسی حدیث میں فرق یہی ہے کہ حدیث قدسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی روایت کی ہے۔ جب کہ غیر قدسی احادیث کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں فرمایا۔“

علامہ طیبی فرماتے ہیں:

قد يفرق بان الحديث القدسی ما يتعلق بتنزيه ذاته وصفاته الجلالية والجمالية۔ قال الطيبي القرآن هو اللفظ المنزل به جبريل عليه السلام على النبي ﷺ والقدسی . اخبار الله معناه بالالهام او المنام فاخبر النبي ﷺ امته بعبارة نفسه وسائر الاحاديث لم يضيفها الى الله تعالى ولم يروها عنه۔ كذا في كتاب الفوائد لحفيد التفتازاني والاحاديث القدسیه ۔

”حدیث قدسی وہ حدیث ہے جس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کی تنزیہ اور صفات جلالیہ اور جمالیہ کا بیان ہوتا ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ قرآن وہ ہے جس کے الفاظ بذریعہ جبریل رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں جب کہ حدیث قدسی اللہ تعالیٰ کی اس خبر کا نام ہے جس کا معنی بذریعہ الہام یا خواب رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا ہو اور آپ ﷺ نے اپنے

الفاظ میں وہ مفہوم ادا فرمایا ہو۔ باقی احادیث شریفہ کو آپ نے نہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے اور نہ اللہ سے ان کی روایت فرمائی ہے۔“

علامہ کرمانی شارح بخاری کتاب الصوم کے آغاز میں قرآن اور حدیث قدسی میں فرق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

القرآن لفظ معجز ومنزل بواسطة جبریل علیہ السلام وهذا غیر معجز وبدون الوساطة ومثله یسمی بالحديث القدسی والالہی والربانی.

[کرمانی شرح البخاری]

”قرآن مجید کے الفاظ بلاشبہ معجز ہیں اور وہ بذریعہ جبریل نازل کیا گیا ہے۔ اور حدیث قدسی نہ معجز ہے اور نہ بذریعہ جبریل نازل کی گئی ہے۔ ایسی حدیث کو حدیث قدسی، حدیث الہی اور حدیث ربانی کا نام دیا جاتا ہے۔“
شیخ محمد فاروقی لکھتے ہیں:

الحديث اما نبوی واما الہی وسمی حديثا قدسیا ایضا فالحدیث القدسی هو الذی یرویہ النبی ﷺ عن ربہ عزوجل والنبوی لا یکون کذا لک۔ [کشاف الاصطلاحات والفنون عند بیان انواع الحدیث وتقسیمها]

”حدیث یا تو نبوی ہوتی ہے یا الہی جسے حدیث قدسی کا نام دیا جاتا ہے۔ حدیث قدسی وہ ہوتی ہے جسے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں اور حدیث نبوی کی روایت اللہ عزوجل سے نہیں ہوتی۔“

فقیر حلی حنفی تلوح کے حاشیہ توضیح میں لکھتے ہیں:

الاحادیث الالہیة: هی التی او حاها اللہ الی النبی ﷺ لیلۃ المعراج وتسمی باسرار الوحی -

”احادیث الہیہ (قدسیہ) وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو معراج کی رات بذریعہ وحی بتایا اور ان کو وحی خفی کہا جاتا ہے۔“

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

لا بد من بیان الفرق بین الوحی المتلو وهو القرآن والوحی المرویہ عنہ ﷺ عن ربہ عزوجل وهو ما ورد من الاحادیث الالہیة وتسمی القدسیة وہی اکثر من مائة.

”وحی متلو (جس وحی کی تلاوت کی جاتی ہے) یعنی قرآن مجید اور وحی غیر متلو (جس کی تلاوت نہیں کی جاتی) کے درمیان فرق واضح کرنا ضروری ہے۔ وحی غیر متلو وہ احادیث ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔ انہیں احادیث الہیہ یعنی احادیث قدسیہ کہتے ہیں۔“

پھر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کلام کی تین قسمیں ہیں:

اول: سب سے اول اور اشرف قرآن مجید ہے جو معجز التیام کلام

الہی ہے۔

قرآن مجید اور احادیث قدسیہ میں بوجہ کثیرہ واضح فرق ہے۔

①..... قرآن مجید معجز ہے اور اس کا یہ اعجاز آغاز نزول سے لے

کر آج تک نہ صرف قائم اور جوں کا توں بحال ہے بلکہ قرآن کے مخالفین کو مبارزت کی دعوت دے رہا ہے۔ اور یہ مبارزت کی دعوت کا چیلنج تا قیام قیامت مخالفین کی گوشمالی کرتا رہے گا۔

مٹ گئے، مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء میرے

نہ کبھی مٹا ہے نہ مٹے گا چرچا میرا

جب کہ حدیث قدسی کو شرف اعجاز حاصل نہیں۔

②..... قرآن مجید قیامت تک ہر قسم کی تحریف اور حک و اضافہ

سے محفوظ رہے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لے

رکھا ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

لیکن احادیث قدسیہ کو یہ حفاظت حاصل نہیں کہ محرفین آج بھی

حدیث میں تحریف کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

۳..... جنابت، حیض اور نفاس کی حالت میں قرآن کو چھونا یا پوری آیت کی تلاوت حرام ہے۔

﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾

مگر حدیث کی قرأت کے لیے با وضو ہونا شرط نہیں۔

۴..... قرآن کی بالمعنی روایت ہرگز جائز نہیں۔ یعنی نظم قرآن کو دوسرے عربی زبان کے الفاظ کے قالب میں ڈھال کر ان ڈھلے ہوئے الفاظ کو قرآن باور کرنے کی ادنیٰ سے ادنیٰ گنجائش ہرگز نہیں اور اس فعل شنیع کا مرتکب کافر ہوگا۔ جب کہ احادیث کی روایت بالمعنی جائز ہے۔ کذا فی زہمۃ النظر و دیگر کتب علوم الحدیث۔

۵..... نماز میں نہ صرف قرآن کی قرأت متعین ہے بلکہ اس کی قرأت کے بغیر نماز ادا ہی نہ ہوگی۔

﴿فَأَقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾

جب کہ حدیث قدسی کی قرأت سے نماز باطل ہو جائے گی۔

۶..... اس کلام اعجاز التیام کا نام قرآن مجید ہے۔ جب کہ حدیث قدسی کو قرآن کہنا ہرگز جائز نہیں۔

۷..... امام احمد بن حنبل کے نزدیک قرآن کی بیع ممنوع ہے، اور ہمارے (شوافع کے) نزدیک ممنوع نہیں مگر وہ ضرور ہے۔ جب کہ احادیث قدسیہ کی فروخت جائز ہے۔

۸..... قرآن کے ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیوں کا وعدہ ہے۔ مگر احادیث کی یہ شان ہرگز نہیں۔

۹..... قرآن کے کچھ حصہ کو آیت یا سورۃ کہنا جائز ہے جب کہ احادیث قدسیہ پر ان دونوں اصطلاحوں کا اطلاق جائز نہیں۔

قسم ثانی: انبیاء علیہم السلام کی کتابیں جب تک وہ تحریف یعنی حک و اضافہ سے محفوظ رہیں۔

قسم ثالث: احادیث قدسیہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے رب تعالیٰ سے منقل احاد روایت فرمایا ہے۔ جن کی تفصیل کلام الہی کی

اولین قسم کے خصائص کے برعکس بیان ہو چکی ہے۔

امیر حمید الدین رحمہ اللہ اپنے فوائد میں قرآن مجید اور حدیث قدسی کے درمیان حسب ذیل چھ فرق بیان کرتے ہیں:

۱..... قرآن مجید معجز ہے (قیامت تک معجز ہی رہے گا) ﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ﴾ اور حدیث قدسی معجز نہیں۔

۲..... نماز قرآن مجید کی تلاوت قرأت کے بغیر ادا نہیں ہو سکتی برخلاف اس کے حدیث قدسی کی قرأت سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

۳..... قرآن مجید کے انکار کا مرتکب بلاشبہ کافر شمار ہوگا۔ حدیث قدسی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔^۱

۴..... قرآن مجید بواسطہ جبرائیل ہی نازل ہوا ہے جب کہ حدیث قدسی میں جبرائیل کا واسطہ ضروری نہیں۔

۵..... قرآن مجید کے سارے کے سارے الفاظ اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ جب کہ یہ ممکن ہے کہ حدیث قدسی کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے ہوں۔

۶..... قرآن مجید کو طہارت کے بغیر چھونا اور پکڑنا جائز نہیں مگر حدیث قدسی کو چھونے کے لیے پاکی کی حالت شرط نہیں۔

صیغہ ہائے ادا:

(۱)..... ان یقول قال رسول اللہ ﷺ فیما یروی

عن ربہ .

راوی کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلہ میں جسے آپ نے اپنے رب سے روایت فرمائی۔

(۲)..... ان یقول قال اللہ تعالیٰ فیما رواہ عنہ

رسول اللہ ﷺ .

راوی کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس مسئلہ کے متعلق جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے روایت فرمایا۔

۱ ہمارے نزدیک یہ فرق صحیح نہیں کیوں کہ حدیث قدسی اور غیر قدسی دونوں وحی غیر متلو ہیں ان دونوں کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ حدیث قدسی میں مروی عنہ اللہ تعالیٰ اور راوی رسول اللہ ﷺ ہوتے ہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں جب کہ حدیث غیر قدسی میں صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ لہذا ہمارے نزدیک ہر صحیح حدیث قدسی ہو یا غیر قدسی کا منکر کافر ہے۔ وھذا هو الصحيح وبہ یفتی وعلیہ الفتوی۔ (عفیف)

احادیث فضیلت شب براءت اور امام البانی رحمہ اللہ

محمد خبیب احمد (ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد)

کسی حدیث کی صحت ان شواہد کی تعداد سے کم بھی ثابت ہو جاتی ہے جب تک وہ شدید ضعف سے دوچار نہ ہو، جیسا کہ یہ حدیث ہے..... اور جنہوں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے انہوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحقیق کا حق ادا نہیں کیا۔

[السلسلة الصحيحة، ج: ۳، ص: ۱۳۵-۱۳۸، ۱۳۹]

بینرِ صلاۃ تسبیح:

اہل بدعت نے اپنی بدعات کی صیانت کے لیے امام البانی رحمہ اللہ کے اس کلام اور حدیث کی تصحیح کو ڈھال بنایا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ دنیا کے ایک جلیل القدر امام نے ہمارے عمل کو تقویت پہنچائی ہے۔ لہذا ہمارے اس شب میں کیے جانے والے سبھی اعمال عند اللہ قبولیت کا درجہ پانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس میں کوئی شک نہیں کہ امام البانی ایسی نابغہ روزگار شخصیات اور ان کے علوم کا وجود امت محمدیہ پر رب العالمین کا احسان عظیم ہے۔ اور ایسے لوگ صدیوں بعد بھی خال خال ہی پیدا ہوا کرتے ہیں۔ امام صاحب نے صحیح اور ضعیف احادیث کے درمیان جو خط امتیاز کھینچا اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا یہ موحدین کے لیے بہت بڑا تحفہ جب کہ مبتدعین کے لیے زہر ہلاہل ہے اور ﴿لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ﴾ کا مصداق ہے۔

مگر ان سب امتیازات کے باوجود بعض اہل علم نے انتہائی ادب سے امام صاحب کے تسامحات کی نشان دہی بھی کی ہے اور امام صاحب نے ان سے رجوع بھی کیا ہے اور طلباء علم کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ بھی اس کی تصحیح کر لیں۔ آپ کے تلامذہ نے ان ”تراجعات“ پر مستقل کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں جو کہ مطبوع اور منداول ہیں۔

ان تسامحات میں سے ایک تسامح امام صاحب کا ”شعبان کی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء وخاتم المرسلين، أما بعد! شعبان المعظم کی پندرھویں شب مبتدعین مساجد میں چراغاں کرنے کے ساتھ ساتھ باجماعت صلاۃ تسبیح وغیرہ کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دین کے نام پر دیگر خرافات کا بھی ارتکاب کرتے ہیں اور بزعم خویش ان نام نہاد عبادات کو سعادت دارین سمجھتے ہیں۔ اور وہ اپنے ان بدعی افکار کی تقویت کے لیے گھسے پٹے دلائل سے اپنے چہنستان کی آبیاری میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ چنانچہ انہیں اگر اس غرض سے دور کی کوڑی لانی پڑے تو وہ اس سے بھی گریزاں نہیں ہوتے بلکہ اگر انہیں کوئی ایسی دلیل دستیاب ہو جائے جو کچھ نہ کچھ ان کے موقف کی مؤید ہو تو وہ شاداں و فرحاں بغلیں بجاتے ہوئے بازاروں کا رخ کر لیتے ہیں۔ حال ہی میں شعبان المعظم کی پندرھویں رات کے سلسلے میں نماز تسبیح کے اشتہارات اور بینرز فیصل آباد وغیرہ کے بازاروں اور چوکوں میں آویزاں کیے گئے اور اسی حوالے سے ہینڈل بل بھی تقسیم کیے گئے اور اپنے اس عمل کی تائید میں امام البانی رحمہ اللہ کے اس کلام کو پیش کیا گیا، چنانچہ لکھا گیا کہ

((يطلع الله تبارك وتعالى إلى خلقه ليلة النصف من شعبان، فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن))

”کہ اللہ تعالیٰ ماہ شعبان کی پندرھویں شب بندوں پر مطلع ہوتے (نزول فرماتے) ہیں۔ اور سبھی مخلوق کو بخش دیتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ پرور شخص کے۔“

علامہ البانی فرماتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث بلاشبہ ان شواہد کی بنا پر صحیح ہے اور

رقم: ۲۱۵)۔ المعجم الاوسط (ج: ۷، ص: ۳۹۷، رقم: ۶۷۷۲)۔
مسند الشاميين كلهم للطبراني (ج: ۱، ص: ۱۲۸، ۱۲۹، رقم: ۲۰۳
و ج: ۴، ص: ۳۶۵، رقم: ۳۵۷۰)۔ صحيح ابن حبان (ج: ۷،
ص: ۴۷۰، رقم: ۵۶۳۶)۔ موارد الظمان للهيثمی (ص: ۴۸۶،
رقم: ۱۹۸۰)۔ حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم (ج: ۵، ص: ۱۹۱)۔ شعب
الایمان (ج: ۳، ص: ۳۸۲، رقم: ۳۸۳۳)۔ فضائل الاوقات کلاهما
للبيهقي (ص: ۱۱۸، رقم: ۵۲) غیرہ میں ہے۔

گویا امام البانی رحمہ اللہ کے ہاں اس حدیث کے حسن ہونے میں
رکاوٹ امام مکحول الشامی کی اپنے استاد مالک بن یخامر سے عدم ملاقات
ہے جیسا کہ انہوں نے امام ذہبی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس کی تصریح بھی
نقل فرمائی ہے۔ حالاں کہ یہ حدیث حسن تو کجا ضعیف بلکہ بے اصل اور
غیر ثابت شدہ ہے۔

عمومی طور پر ثقہ راوی کی حدیث صحیح اور صدوق راوی کی روایت کو حسن
قرار دیا جاتا ہے مگر اس میں موجود عقلی علل تک رسائی حاصل کرنے کی جستجو نہیں
کی جاتی یا انہیں لائق التفات نہیں سمجھا جاتا حالاں کہ بسا اوقات یہی علتیں
صحت حدیث کو ایسا متاثر کرتی ہیں کہ وہ کالعدم قرار پاتی ہے اور ایسی ہی
مرویات کو ناقدین فن باطل، موضوع، منکر، ضعیف، جدالا اصل له وغیرہ جیسی
اصطلاحات سے سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ حالاں کہ ایسی مرویات کے
راوی ضعیف کے ایسے درجے میں نہیں ہوتے کہ ان کی روایات پر اتنی سخت
جرح کی جائے۔ اس لیے اس شدید جرح کا سبب ثقات راویان حدیث کا
کسی حدیث کی سند یا متن کو بر بنائے وہم و نسیان غلط بیان کرنا ہے۔

جب معلوم ہو گیا کہ یہ راوی حدیث کے وہم کا شاخسانہ ہے تو
اسے عقلی اور نقلی طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ اس سند یا متن کا وجود
ثقہ، صدوق یا ضعیف راوی کے ذہن اور تخیل میں ہوتا ہے فی الواقع کچھ
نہیں ہوتا اور جو ایسی روایت ہو اسے بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا بلکہ
اس سے کسی اور روایت کے لیے تقویت بھی حاصل نہیں کی جاسکتی۔

یہی صورت امام البانی رحمہ اللہ کی سب سے مضبوط اور اساسی دلیل
حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ کی حدیث میں پائی جاتی ہے کہ اس سند سے
اس کا کوئی وجود نہیں۔ راویان حدیث کے تصرف نے کبھی تو اسے حضرت

پندرہویں رات کی فضیلت“ والی روایت کی تصحیح بھی ہے۔ اس وہم کی
بنیادی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب نے حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ کی بے
اصل حدیث کو اصل قرار دے کر اس کے ساتھ شواہد بھی پیش فرمائے،
جن پر تبصرہ اپنے محل پر آئے گا۔

اللہ رب العزت امام صاحب کی اس کدو کاوش کو اپنی بارگاہ میں
قبولیت سے نوازے اور ان خدمات کی بدولت ان کے درجات میں
رفعتیں پیدا فرمائے، آمین۔

یہ اٹل حقیقت ہے کہ جس حدیث کو متقدمین محدثین، ماہرین فن
بے اصل، ضعیف، مضطرب اور راویان حدیث کا وہم قرار دیں اسے
متاخرین محدثین عظام کی تصحیح ذرہ برابر فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ جس کی
تفصیل کا یہ محل نہیں شائقین علم ”أسس نقد الحديث بين أئمة النقد
وأهل العصر الحديث للشيخ الشريف خاتم بن عارف العوني
(ص: ۳۴۱-۴۱۲) ضمن کتاب: إضاءات بحیثیۃ فی علوم
السنة النبویة“ ملاحظہ فرمائیں۔

اب شیخ البانی کے دلائل کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی حدیث: حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ:

چنانچہ امام العصر البانی رقم طراز ہیں:

امام ابن ابی عاصم فرماتے ہیں:

((ثنا هشام بن خالد: ثنا أبو خلیل عتبة بن حماد
عن الأوزاعي وابن ثوبان عن أبيه عن مكحول
عن مالك بن يخامر عن معاذ بن جبل مرفوعاً))
اس حدیث کو حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی
بیان کیا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ مکحول کی مالک بن یخامر سے
ملاقات نہیں۔

اگر یہ علت نہ ہو تو اس کی سند حسن ہے اس کے راوی ثقہ ہیں مگر
حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے مجمع
الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔

[السلسلة الصحيحة، ج: ۳، ص: ۱۳۵، حدیث: ۱۱۴۴ ملخصاً]
یہ حدیث المعجم الکبیر (ج: ۲۰، ص: ۱۰۸، ۱۰۹)

امام ابو حاتم رحمہ اللہ کی اس جرح کو ایک اور نظیر سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ ابن جریج پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((ولا أدري ابن جريج من أين جاء به والناس

يروونه عن إبراهيم بن ميسرة عن أنس)) [العلل

لابن أبي حاتم، رقم: ۸۹۳]

”میں نہیں جانتا کہ ابن جریج (عن الزہری عن انس) کیوں کر

بیان کرتے ہیں، حالانکہ باقی راوی اسے ابراہیم بن میسرہ

عن انس روایت کرتے ہیں۔“

امام ابو حاتم رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ امام ابن جریج کا اس حدیث کو

ابراہیم بن میسرہ کے بجائے امام زہری سے روایت کرنا بے اصل ہے۔

معلوم نہیں کہ ابن جریج اس سند میں اپنے اور حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ

کے درمیان امام زہری کا واسطہ کیسے لائے؟ حالانکہ امام ابن جریج ثقہ

فقہ فاضل و کان یدلس ویرسل ہیں۔ [التقریب: ۴۶۹۵]

ان دونوں مثالوں کو سامنے رکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ

جو سند یا متن بر بنائے وہم بیان کیا گیا ہو وہ بے اصل ہوتا ہے اور لاکھوں

احادیث کے حفاظ کی بے خبری اس کی روشن دلیل ہے۔ اس لیے جس

طرح ابن جریج عن الزہری عن انس بے اصل ہے اسی طرح ابو خلید کی

روایت بھی بے اصل ہے۔ [جاری ہے]

معاذ بن جبل رحمہ اللہ کی مسند میں داخل کر دیا تو کبھی حضرت ابو ثعلبہ انصاری رحمہ اللہ کی مسند سے باور کرایا اور کبھی حضرت عائشہ کی مسند میں لے گئے۔ اور کسی نے اسے مسند عوف بن مالک رحمہ اللہ بتلایا۔

الغرض یہ سارا اختلاف امام مکیول الشامی وغیرہ سے روایت کرنے والے راویوں کی وجہ سے پیدا ہوا اور اس عقدہ کی نقاب کشائی سب سے پہلے امام العلل ابو حاتم الرازی نے فرمائی ہے۔

چنانچہ وہ حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ کی حدیث کی بابت فرماتے ہیں:

((هذا حديث منكر بهذا الإسناد، لم يرو بهذا

الإسناد غير أبي خُليد ولا أدري من أين جاء به !

قلت: ما حال أبي خُليد؟ قال: شيخ .))

”یہ حدیث اس سند سے منکر ہے۔ اس سند سے روایت کرنے

والے ابو خلید تنہا ہیں میں نہیں جانتا کہ وہ اس سند کو کہاں سے لائے!

میں..... عبد الرحمن بن ابی حاتم..... نے دریافت کیا کہ ابو خلید

کی کیا کیفیت ہے؟

جواب فرمایا: شیخ ہے۔“ [علل ابن ابی حاتم، رقم: ۲۰۱۲]

گویا امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث اپنی بے اصل

سند کی وجہ سے منکر ہے۔

شائقین کے لیے عظیم خوشخبری

دورہ صرف ونحو

مدت:
20 شعبان تا
25 رمضان

مدرس (اول): مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی

مدرس (ثانی): حافظ محمود احمد القاسم

بمقام:
جامعہ محمدیہ
سیالکوٹ

رابطہ حافظ رضوان ایوب صاحب 0300-6155846

مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی مدیر و مہتمم جامعہ ہذا۔ فون: 0300-9612322



مولانا محمد ادریس ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

ہمارے معاشی مسائل اور ان کا حل: اس میں معاشی

مسائل کو وضاحت سے بیان کر کے ان کا حل پیش کیا گیا ہے۔
فضیلت جہاد اور مجاہد: اس کتابچے میں اسلام کی چوٹی
جہاد کی اہمیت اجاگر کر کے مجاہد کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔
مسئلہ ولی عہدی: یہ کتاب ولی عہدی کے اہم مباحث کو
دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

مسئلہ خلافت: یہ کتاب خلافت و امارت کے مسئلے کی نقاب

کشائی کرتی ہے۔
اسلامی نظام حکومت، امامت، امارت، خلافت: اس میں اسلامی
نظام حکومت کی اساس امامت، امارت اور خلافت کا بیان ہے۔

ہم غربائے اہل حدیث کیوں؟ اس کتابچے میں غربائے

اہل حدیث کی وجہ تسمیہ اور اس سے مناسبت کے دلائل دیے گئے ہیں۔
جواب آن غزل: اس کتاب میں احادیث مصطفیٰ ﷺ اور فقہ
حنفیہ کے مسائل کا تقابل کیا گیا ہے۔ اصل میں یہ کتاب حنفی مقلد امین
صفدر اکاڑی صاحب کی کتاب اہل حدیث کے دو سو مسائل کا دندان
شکن جواب ہے اور اپنے موضوع پر منفرد اور مدلل۔

سیاسی خدمات:

سرزمین لاہور سیاسی اعتبار سے بھی بڑی زرخیز ہے۔ اس شہر سے
بہت سی سیاسی تحریکیں اٹھیں اور بہت سی اکابر شخصیات نے اپنے سیاسی
کیریئر کا آغاز کیا۔ ہمارے ممدوح مولانا ادریس ہاشمی جب اس بلدہ علم
میں وارد ہوئے تو انہوں نے اپنی آمد کے ساتھ ہی قومی پریس میں ملک کو
درپیش مسائل کے بارے میں جماعت غربائے اہل حدیث کا نقطہ نظر
بھی پیش کرنا شروع کیا۔ اور اس سلسلے میں ۱۹۷۰ء میں قائم ہونے والے

تصنیفی خدمات:

مولانا ہاشمی مجھے ہوئے تجربہ کار قلم کار تھے۔ ان کے لکھنے کا انداز
نرالا تھا۔ اپنی بات کو خوب صورت پیرائے میں ضبط تحریر میں لانے کا
ڈھنگ جانتے تھے، قلم برداشتہ لکھتے اور حق بات کہنے میں ذرا مصلحت کا
شکار نہ ہوتے۔

ستمبر ۱۹۹۴ء میں ماہ نامہ رسالہ ”صدائے ہوش“ جاری کیا۔ آپ
اس کے چیف ایڈیٹر تھے جب کہ اعزازی نائب ایڈیٹر کی ذمہ داری مجھے
سونپ رکھی تھی۔ ان کے لکھے ہوئے ادارے اور شذرات موقع کی
مناسبت سے بڑے جان دار اور سیاسی تبصرے بے لاگ ہوا کرتے
تھے۔ وہ اپنے موقف کا اظہار جرأت و بے باکی سے کرتے۔ صحافت کے
نشیب و فراز سے واقف تھے۔ مولانا اسحاق بھٹی کے الفاظ میں ”ہاشمی
صاحب کے قلم کی زبان بڑی ستھری اور پاکیزہ ہے۔“

صدائے ہوش کے مضامین معیاری اور دیگر مشمولات عمدہ ہوتے
ہیں۔ مطلع صحافت پر یہ رسالہ عرصہ ۱۶ سال سے نمودار ہے اور بہتر
طریقے سے دین کی خدمت کر رہا ہے۔ صدائے ہوش خالص جماعتی
پرچہ ہے، اور پنجاب کی جماعت غربائے اہل حدیث کا آرگن۔ اس میں
مختلف مسائل پر مباحث بھی کھلے دل سے شائع کیے جاتے ہیں۔

تصنیفات کے حوالے سے ہاشمی صاحب نے چھوٹے بڑے جو
رسائل لکھے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

آمین: اس کتاب میں آمین بالجہر کے مسئلے کو احادیث کی روشنی
میں بیان کیا گیا ہے۔

تحقیق التروایح: یہ کتاب آٹھ تراویح کے مسنون ہونے
کے دلائل پر مشتمل ہے۔

”اسلامی متحدہ محاذ“ میں شرکت کی۔ اس سے قبل ”یوم شوکت اسلام“ کے جلوس میں جماعت غربائے اہل حدیث کی نمائندگی کی۔

۱۹۷۰ء میں جب انتخابات کا غلغلہ بلند ہوا تو جماعت غربائے اہل حدیث کی طرف سے سیاسی امور کے بارے فیصلہ کرنے کے لیے مرکز کی منظوری سے ایک پانچ کئی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کے سیکرٹری مولانا محمد ادریس ہاشمی تھے۔ اس کمیٹی نے مختلف اہل حدیث تنظیموں میں اتحاد قائم کرنے کی کوشش کی لیکن بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ چنانچہ مسجد قدس اہل حدیث چوک دال گراں لاہور میں جماعت غربائے اہل حدیث، جماعت اہل حدیث اور جمعیت علمائے اہل حدیث پر مشتمل سیاسی امور نمٹانے کی غرض سے ”مجلس عمل اہل حدیث“ کے نام سے ایک مشترکہ پلیٹ فارم قائم کیا گیا۔ جس میں مولانا ادریس ہاشمی شامل تھے۔

پیپلز پارٹی کا مقابلہ کرنے کے لیے اسلامی جماعتوں کی کوششیں جاری تھیں، اس سلسلے میں نواز زادہ نصر اللہ خاں سے رابطہ کیا گیا انہوں نے جماعت اہل حدیث کے اکابر علماء کو اجلاس میں شرکت کی دعوت دی۔ ایک بھر پور اجلاس ہوا جس میں سات دینی اور سیاسی جماعتوں پر مشتمل ایک متحدہ اسلامی محاذ معرض وجود میں آیا۔ جس دن پریس کانفرنس میں اسلامی متحدہ محاذ کی تشکیل کا اعلان ہوا تو مولانا ادریس ہاشمی صاحب نے جماعت غرباء کی نمائندگی کی۔

اس اسلامی متحدہ محاذ کی طرف سے ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء کو نواب زادہ نصر اللہ خان کی قیام گاہ نکلسن روڈ پر پریس کانفرنس کی گئی۔ جس میں ”اسلامی متحدہ محاذ“ میں شامل جماعتوں مسلم لیگ، جماعت اسلامی، جمہوری پارٹی، جماعت غربائے اہل حدیث، مرکزی جمعیت اہل حدیث، جماعت اہل حدیث اور جمعیت احیائے ملت کے نمائندے شریک ہوئے۔ جماعت غربائے اہل حدیث کے نمائندے مولانا ہاشمی تھے۔

جب اس محاذ میں شامل جماعتوں کے نام لیے گئے تو ان میں غربائے اہل حدیث کا نام سن کر اس وقت کے ”روزنامہ امروز“ کے چیف رپورٹر عبداللہ ملک نے سوال کیا ”کیا یہ جماعت طبقاتی بنیادوں پر بنائی گئی ہے؟“ قارئین جانتے ہیں کہ عبداللہ ملک صاحب جس ذہن اور نقطہ نظر کے حامل تھے اس کی رو سے یہ سوال بہت صحیح تھا۔

مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب نے جو جواب دیا وہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۰ء کے روزنامہ امروز میں ان الفاظ کے ساتھ شائع ہوا۔ اس کا عنوان تھا: ”جماعت غرباء میں امراء بھی شامل ہو سکتے ہیں۔“

ہاشمی صاحب نے بھڑو آمریت کے دورِ ظلمت میں اکابرین جماعت اہل حدیث اور سیاسی زعماء کے ساتھ مل کر ”آمریت“ کے خلاف تحریک میں حصہ لیا اور اس جرم کی پاداش میں ”نشانیہ ستم“ بنے۔ سیاست کے میدان میں انہوں نے جماعت اہل حدیث کی جملہ تنظیموں کے قائدین کے ہمراہ شانہ بشانہ بل کر کام کیا اور قدم سے قدم ملا کر چلے۔

ضیاء الحق مرحوم کے ”ریفرنڈم“ اور ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۷ء کے الیکشن میں جماعت اہل حدیث کی جملہ تنظیموں کے اتحاد میں شامل تھے اور جماعت کی پالیسی اور لائحہ عمل کے مطابق انہوں نے خدمات سرانجام دیں۔

علاوہ ازیں ۱۹۷۳ء کی ”تحریک ختم نبوت“ میں جماعت غربائے اہل حدیث لاہور کی طرف سے پیش پیش رہے اور گراں قدر خدمات انجام دیں اور بھرپور کردار ادا کیا۔ ہاشمی صاحب اپنے علاقے میں تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری منتخب ہوئے اور اسی حلقے سے انہیں تحفظ ختم نبوت لاہور کی مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کیا گیا۔ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد ہاشمی صاحب اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ مل کر تحفظ ختم نبوت صوبہ پنجاب کے اجلاسوں اور میٹنگوں میں شرکت کرتے رہے۔ راوی روڈ کے علاقے میں ختم نبوت کے سلسلے میں منعقد ہونے والے جلسوں کا انتظام و انصرام انہوں نے احسن طریقے سے کیا۔ اور اپنے علاقے میں کسی بھی قسم کی لاقانونیت، جلاؤ، گھیراؤ یا جانی نقصان سے کارکنوں کو باز رکھا۔

”ناموس رسالت“ کی چوکھٹ کی چوکیداری کے لیے ہمہ وقت مستعد اور ہوشیار رہے، جان و مال سے اس کی حفاظت کی۔ تحریک کے جو کارکن گرفتار ہو کر جیل جاتے یا جو گرفتاریاں دیتے رہے ان سے جیل میں ملاقات، ان کے کھانے پینے کا انتظام اور ان پر قائم ہونے والے مقدمات کی پیروی کا ہاشمی صاحب نے احسن انداز میں بندوبست کیا۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ ہاشمی صاحب اپنے علاقے سے گرفتار ہونے والے عالم دین مولانا عبدالرؤف فاروقی کی ملاقات کے لیے کوٹ

کے نتائج کے بعد ”قومی اتحاد“ نے صوبائی اسمبلی کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔ اور یوں الیکشن میں دھاندلی کے خلاف احتجاجی تحریک چل پڑی۔ جو بعد میں ”تحریک نظامِ مصطفیٰ“ کے نام سے مشہور ہوئی، اور بھٹو حکومت کے خاتمے پر منتج ہوئی۔

انتخابات کے دوران جماعتِ غربائے اہل حدیث نے براہِ راست انتخابات میں حصہ نہیں لیا بلکہ پورے ملک میں قومی اتحاد کی حمایت کا اعلان کر دیا اور ہر جگہ پر جماعت کے اراکین نے قومی اتحاد کے امیدواروں کو سپورٹ کیا۔ مولانا ہاشمی صاحب نے اپنے علاقے راوی روڈ سے لے کر پنجاب کی سطح تک کام کیا۔ علاقہ راوی روڈ کے علماء کی مجلس عمل میں انہیں سیکرٹری چنا گیا اور پھر بنائے عہدہ لاہور کی مجلس شوریٰ کے لیے چنے گئے اور پھر اسی طرح لاہور کی طرف سے پنجاب کی مجلس شوریٰ میں لاہور کی نمائندگی کرتے رہے۔ اس تحریک میں نواپریل کو مسلم مسجد (لوہاری گیٹ) میں نمازیوں اور قومی اتحاد کے کارکنوں کے ہمراہ تشدد کا نشانہ بھی بنے۔

ملکی سیاست کے علاوہ مسلکی سیاست میں بھی ہاشمی صاحب نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ مسلکِ اہل حدیث کے تحفظ اور حقوق کی خاطر جب ”اہل حدیث مطالبات کمیٹی کا قیام“ عمل میں آیا تو آپ اس میں شامل کیے گئے۔

۶ ستمبر ۱۹۸۳ء کو معروف اہل حدیث عالم دین مولانا فیض عالم صدیقی کو جہلم میں مسجد کے اندر شہید کر دیا گیا۔ ان کی المناک شہادت جماعت کے لیے بہت بڑا سانحہ تھا۔ اس موقع پر صدیقی مرحوم کے قاتلوں کی گرفتاری اور ان کو قراقرظ واقعہ سزا دلوانے کے لیے اہل حدیث جماعتوں کا ایک اجلاس جامع قدس اہل حدیث چوک دال گراں لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں سب جماعتوں کی طرف سے ایک متحدہ ”مجلس عمل اہل حدیث“ کا قیام عمل میں آیا۔ اس مجلس عمل کا کنوینر مولانا ہاشمی صاحب کو بنایا گیا۔ چنانچہ ہاشمی صاحب نے اس سلسلے میں وفود کے ہمراہ آئی جی پولیس لائق احمد خاں اور تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد اور دیگر جماعتوں کے سربراہوں سے ملاقاتیں کیں۔ اور مولانا فیض عالم شہید کے قاتلوں کی گرفتاری پر زور دیا۔ اس سلسلے میں ایک وفد نے میاں فضل حق رضوی کی قیادت میں اس وقت کے وزیر دفاع علی احمد

لکھپت جیل گئے۔ اتفاق سے وہاں ان کی ملاقات علامہ زبیر ظہیر صاحب سے ہو گئی۔ علامہ زبیر صاحب تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں ان دنوں جیل میں بند تھے۔ انہوں نے ہاشمی صاحب کو دکھ کے ساتھ بتایا کہ یہاں جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے کچھ نوجوانوں نے جوشِ جذبات میں آکر گرفتاری دے دی۔ گرفتاری کے بعد ان کا کوئی بھی پرسان حال نہ ہوا۔ لہذا آپ ان کے لیے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا سامان پہنچائیں۔

مولانا ہاشمی صاحب نے جماعتِ غربائے اہل حدیث لاہور کی طرف سے ان کارکنوں کو ان کی ضروریات کا سامان پہنچایا۔ اور پھر دودن بعد ضلع کچہری پر آئے ہوئے ان لوگوں کو کھانا اور دیگر اشیاء پہنچائیں۔ ۷ ستمبر ۱۹۸۴ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، اس وقت جو آدمی علاقے کا انچارج پولیس بنا وہ مبارک باد دینے کے لیے تحفظ ختم نبوت کے دفتر گیا اور کہنے لگا کہ پورے لاہور میں کارکردگی اور جلسے جلوسوں کے لحاظ سے راوی روڈ کا علاقہ پہلے نمبر پر ہے لیکن یہ علاقہ اس لحاظ سے اور بھی قابلِ تعریف ہے کہ اس میں توڑ پھوڑ، جلاؤ گھیراؤ اور فساد کے واقعات رونما نہیں ہوئے اور وہاں مکمل امن و امان رہا۔ یہ سب کریڈٹ ہاشمی صاحب کو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے علاقے میں امن و امان کی صورت حال بہتر رکھی اور کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

۱۹۸۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ میں بھی مولانا اور لیس ہاشمی صاحب نے بڑھ چڑھ کر نمایاں طور پر حصہ لیا۔ یہ وہ دور تھا جب مسٹر بھٹو کی آمریت عروج پر تھی، اس دورِ فسطائیت میں ”جیالوں“ کی ریشہ دوانیوں سے اپنے پرانے سب نالاں تھے۔ بھٹو کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو ظلم و تشدد سے دبا دیا جاتا تھا۔ ملک میں ایک بے یقینی کی سی کیفیت طاری تھی، لوگ سہمے ہوئے تھے۔ اس دورِ ظلمت میں جب الیکشن کا اعلان ہوا اور جلسے جلوسوں سے پابندیاں ہٹیں تو لوگوں کے دلوں میں ظلم و جبر کے سبب سے دہی ہوئی نفرت کا لاوا ابل پڑا۔ حزب مخالف کی نو جماعتیں متحد ہو گئیں، پورے ملک میں ہر طرف نوستاروں والے سبز پرچم لہراتے دکھائی دینے لگے۔ قوم کے موڈ کو دیکھتے ہوئے بھٹو صاحب نے نتائج کو اپنے حق میں بدلنے کی خاطر ”جھرلو“ کا سہارا لیا۔ قومی اسمبلی

تا پور سے بھی ملاقات کی۔ لیکن ان سب بزرگوں کی کوششوں کے باوجود یہ کیس طاق نسیاں میں ہی چلا گیا۔

جماعت غربائے پنجاب کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں تبلیغی پمفلٹ چھپوا کر مفت تقسیم کیے گئے۔ جن میں سے اکثر کے مصنف مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب ہیں۔ دیکھنے میں ایک چیز یہ بھی آئی ہے کہ مولانا ہاشمی جماعت کے معاملے میں انتہائی حساس طبیعت رکھتے۔ میں تو انہیں جماعت غربائے اہل حدیث کا ”وکیل صفائی“ سمجھتا تھا۔ وہ اس طرح کہ جس کسی نے بھی جماعت غربائے اہل حدیث کے ”مسئلہ امارت“ پر بلب کشتائی کی یا جماعت کے اکابر کے متعلق بات کی تو ہاشمی صاحب کی زبان اور قلم حرکت میں آ گئے۔ اور انہوں نے معترض کے اعتراضات کو جب تلک دور نہ کر دیا اور دلائل و براہین سے اصل حقائق کو اس کے سامنے پیش نہ کر دیا تب تک سکون کا سانس نہ لیا۔ ایسے جنونی جماعتی افراد سے ہی جماعتیں زندہ رہتی اور ترقی کی منازل طے کرتی ہیں۔ بلاشبہ ہاشمی صاحب جماعت کے مخلص و ہمدرد رفقاء سے تھے۔ معاملہ فہمی اور وسعت نظر میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ بعض اسلامی امور میں انہوں نے ایسی رائے دی کہ بعد کے حالات نے ان کی رائے کو صحیح ثابت کر دکھایا۔

مولانا محمد ادریس ہاشمی جماعت کا عظیم سرمایہ تھے۔ وہ ہمہ وقت جماعت کے لیے کچھ نہ کچھ کرنے کے عادی تھے۔ فروری ۱۹۹۹ء میں انہوں نے فیروز والا کے علاقے میں (جی ٹی روڈ لاہور) پر واقع رحیم ٹاؤن میں تین کنال اراضی خریدی۔ ایک کنال پر جامع مسجد ابوسفیان تعمیر کی اور دو کنال اراضی پر دارالحدیث جامعہ معاویہ کو تعمیر کیا۔ وہ اپنی علالت اور بیماری کی شدت کے باوجود رات دن اپنے جامعہ کی تعمیر و ترقی میں کوشاں رہے۔ یہ ہاشمی صاحب کی شانہ روز محنت کا ثمر ہے کہ لاہور جیسے شہر میں انہوں نے جماعت غربائے اہل حدیث پنجاب کا ایک عظیم تعلیمی و تدریسی اور تربیتی مرکز قائم کیا۔ اللہ کرے ان کا لگایا ہوا توحید و سنت کا یہ گلشن آباد رہے اور ترقی کی منازل طے کرے، آمین۔

بیماری اور وفات:

۱۹۹۸ء کے موسم گرما میں مولانا ہاشمی صاحب کو پہلی بار دل کی تکلیف ہوئی تھی۔ چند روز وہ ہسپتال رہے پھر گھر آ گئے۔ صحت بحال

ہوتے ہی وہ پھر پوری سرگرمی سے جماعتی کاموں میں جت گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شوگر اور کئی دیگر عوارض بھی لاحق ہو گئے اور دل بھی بڑھنا شروع ہو گیا تھا۔ لیکن وہ ان چیزوں کی پروا کیے بغیر پوری سرگرمی اور دلجمعی سے اپنے جماعتی کاموں میں مصروف کار رہے۔ کراچی میں جماعت کی سالانہ قرآن وحدیث کانفرنس میں بھی ہر سال باقاعدگی سے شریک ہوتے اور پنجاب کے دور دراز علاقوں میں بھی بسلسلہ تبلیغ ہر ماہ جاتے۔ میں جب بھی انہیں آرام کا مشورہ دیتا وہ مسکرا کر کہتے ”اللہ کے سپرد“ اور بات ختم کر دیتے۔ تھکاوٹ یا اکتاہٹ ان میں نام کو نہ تھی۔ جماعتی کاموں میں ہر وقت مستعد رہتے۔ میں نے ان کی خدمت میں ایک بار گزارش کی کہ وہ میری کتاب ”مولانا عبدالوہاب دہلوی اور ان کا خاندان“ پر تقریظ لکھ دیں۔ کہنے لگے صحت ٹھیک ہوتے ہی لکھ دوں گا۔

چنانچہ ۲۶ فروری ۲۰۰۹ء کو وہ ہمارے عزیز دوست صاحبزادہ بابر فاروق رحیمی کی دعوت ولیمہ میں شرکت کے لیے کھرڑیا نوالہ جانے سے پہلے میرے ہاں فیصل آباد آ گئے اور انہوں نے مکتبہ پر بیٹھے بیٹھے تقریظ لکھ دی اس کے بعد ہم دعوت ولیمہ میں شریک ہوئے۔

کچھ عرصہ پہلے ان کا فون آیا کہ ملنے کو جی چاہتا ہے لاہور آؤ۔ لہذا ۱۶ اپریل کو میں نماز مغرب سے کچھ پہلے ان کے ہاں دارالحدیث جامعہ معاویہ رحیم ٹاؤن پہنچا وہ منتظر تھے۔ نہایت محبت و شفقت سے ملے۔ دیر تک ان سے مجلس رہی ان کے داماد علامہ زاہد ہاشمی بھی موجود تھے۔ نماز مغرب ہم نے مولانا ادریس ہاشمی صاحب کی اقتداء میں ادا کی، اس کے بعد انہوں نے دارالحدیث کی عظیم الشان لائبریری دکھائی جو مختلف علوم و فنون کی کتب پر مشتمل ہے۔ ہم نے اجازت مانگی تو انہوں نے ڈھیروں دعاؤں سے رخصت کیا۔ یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔

۲۱ مئی کا جمعہ انہوں نے ۱۹/۱۱ مئی کو ہر آباد میں پڑھایا۔ ۲۳ مئی کی صبح میں نے ان کو فون کیا اور خیریت دریافت کی۔ فرمانے لگے میری طبیعت بڑی خراب ہے صحت کی دعا فرمائیں۔ اگلے روز رات ساڑھے آٹھ بجے مولانا زاہد ہاشمی نے رندھی ہوئی آواز میں ان کی وفات کی اطلاع دی تو اس خبر کو ماننے کو تیار نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت الامام مولانا عبدالرحمن سلفی صاحب کا کراچی سے فون آ گیا اور انہوں نے بھی

علین میں بلند مقام عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین



تقریب بخاری شریف

میاں محمد باقر صاحب رحمہ اللہ کی علمی یادگار جامعہ خادم القرآن والحدیث للنبات جھوک دادو کی سالانہ تقریب بخاری ۲۵ جولائی ۲۰۱۰ء بروز اتوار منعقد ہوگی۔ مہمان خصوصی: حافظ ڈاکٹر عبدالکریم صاحب، ناظم اعلیٰ مرکز یہ۔ درس حدیث: مولانا حافظ عبدالوہاب روپڑی ارشاد فرمائیں گے۔ نوٹ: طالبات کے والدین سے گزارش ہے کہ تقریب والے دن جوق در جوق تشریف لائیں۔ تقریب کے بعد طالبات کو تقسیم اسناد ہوں گی اور اسی دن تعطیلات کردی جائیں گی۔

ابوالاختشام حمزہ طور، گوجرانوالہ

ناظم نشر و اشاعت جامعہ ہذا۔ 0333-8112611

سالانہ تقریب بخاری شریف

جامعہ عمر ابن الخطاب اہل حدیث منڈی جھبراں ضلع شیخوپورہ کی سالانہ تقریب بخاری شریف ۹۔ اگست ۲۰۱۰ء بروز پیر بعد نماز مغرب منعقد ہوگی۔ درس بخاری شریف حضرت حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری رحمہ اللہ ارشاد فرمائیں گے۔ ازاں بعد جلسہ ہوگا۔ حافظ عبدالباسط شیخوپوری، مولانا محمد نواز چیمہ خطاب کریں گے۔ ان شاء اللہ

[حافظ محمد ایوب خالد، رئیس ادارہ ہذا]

”اصلی اہل سنت“

”اصلی اہل سنت“ پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ اس چھوٹے سے کتابچے میں ایک دلچسپ مکالماتی گفتگو کی گئی ہے۔ حنفی اور محمدی کے مابین یہ گفتگو بڑی جان دار ہے۔ مگلو انے کے لیے مبلغ بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ واپسی پتا صاف لکھیں۔ [معرفت محمد سلیم چنیوٹی، دفتر الاعتصام، ۳۱۔ شیش محل روڈ لاہور۔ فون: 0333-4611619]

افردہ لہجے میں ہاشمی صاحب کی وفات کی خبر سنائی اور ان کی جماعتی خدمات کو سراہا۔ مولانا ادریس ہاشمی جماعتی حلقوں کی ہر دل عزیز شخصیت تھے۔ ان کی موت جماعت کا عظیم سانحہ ہے۔ وفات کی خبر جنگل میں آگ کی طرح دور دور پھیل گئی اور اخبارات اور ٹی وی پر بھی نماز جنازہ کا اعلان نشر ہو گیا۔

۲۶ مئی کی صبح اور بعض رات کو ہی ان کے عزیز واقارب اور جماعتی احباب لاہور پہنچ گئے تھے۔ جماعت غربائے اہل حدیث پاکستان کے نائب امیر حافظ محمد سلفی صاحب رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور پھر مولانا ادریس ہاشمی مرحوم کی جماعتی خدمات کو بیان کرتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

سینکڑوں لوگ شریک ہوئے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے اکابرین نے بھی بھرپور طریقے سے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ جماعت اہل حدیث کے رسائل و جرائد کے مدیران اور دفتری عملہ بھی بنفس نفیس نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ نماز جنازہ کے بعد ہاشمی صاحب کی میت شاہدہ کے علاقے لاجپت روڈ کے قبرستان لائی گئی اور انہیں سپرد خدا کیا گیا۔

بلاشبہ مولانا ادریس ہاشمی صاحب جماعت غربائے اہل حدیث پاکستان میں ایک عظیم ستون تھے۔ ان کی موت جماعت کے لیے بہت بڑا صدمہ اور حادثہ ہے۔ بہ ظاہر اس کی تلافی ناممکن ہے۔ ان جیسے تحریکی آدمی صدیوں میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ وہ فانی الجماعت تھے۔ راقم کا ان سے سولہ سال جماعتی تعلق رہا۔ میں نے ان کو ہمیشہ جماعت کا مخلص اور ہمدرد پایا۔ اللہ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، آمین۔

اولاد و احفاد:

مولانا ادریس ہاشمی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے اور سات بیٹیاں عطا فرمائیں۔ دو بیٹے معاویہ اور عمران کی زندگی میں وفات پا گئے تھے۔ جب کہ بڑے بیٹے شفیق الاسلام عصری تعلیم سے آراستہ ہیں اور سرکاری سکول میں ٹیچر ہیں اور لاہور کی جماعت کے امیر بھی ہیں۔ دوسرے بیٹے زبیر ہاشمی قرآن کے حافظ ہیں اور کسی پرائیویٹ کمپنی میں ملازم ہیں۔ آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا ادریس ہاشمی مرحوم کی جماعتی خدمات اور حسنات کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرما کر انہیں اعلیٰ

کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے

ابتسام الحسن غازی، لاہور

اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ آج جب ہم امت مسلمہ کے نوجوانوں بالخصوص پاکستان کے نوجوانوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس چیز کا بڑی شدت سے احساس ہوتا ہے کہ ہماری نوجوان نسل غلط راستہ اختیار کر چکی ہے۔ دین اسلام سے دوری، قرآن سے لاتعلقی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے محرومی ان کا وسیلہ بن چکی ہے۔ سنت اور مسجد کا لفظ بہت کم زبانوں پر آتا ہوا نظر آتا ہے۔ اپنے اسلاف کے طور طریقے اور ان کے خصائص و عادات ہمارے نوجوانوں میں نام تک نہیں۔

میں جب آج کے نوجوان کا چہرہ دیکھتا ہوں تو وہ مجھے سنت رسول اللہ ﷺ سے عاری اور بے حیائی کا منہ بولتا ہوا شبوت نظر آتا ہے۔ اس کی زبان سے دعائیہ اور خیر کے کلمات کی بجائے فلمی گانے اور فحش گالیاں سنائی دیتی ہیں۔

آج کے دور کا سب سے بڑا فتنہ ”الیکٹرانک میڈیا“ جس کی پلیٹ میں پورا معاشرہ جکڑا ہوا ہے۔ جس میں بالخصوص موبائل، انٹرنیٹ، کمپیوٹر اور کیبل نیٹ ورک قابل ذکر ہیں۔ ان اشیاء نے ہمارے نوجوانوں کو قرآن و سنت، تعلق باللہ سے دور لے جانے اور بے راہ روی کا شکار بنانے میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ سارا سارا دن اور رات انٹرنیٹ پر چیٹنگ کرنا اور ان پڑھ، جاہل نوجوانوں کے لیے جگہ جگہ نیٹ کیفے کی بھر مار نے نوجوانوں کو جسمانی و روحانی طور پر کمزور اور جنسی بے راہ روی کا رسیا بنا دیا ہے۔ کیبل اور ٹی وی نے ہر گھر میں کفار کے کلچر اور ثقافت کو جو فروغ دیا ہے، اس سے ہمارے نوجوان بہت متاثر ہیں۔ ٹی وی میں مختلف کمپنیوں کے اشتہاروں اور آوارہ مردوزن کے ہینر سٹائل اور لباس کی وضع قطع دیکھ کر اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ خصوصاً نوجوان لڑکیاں ان سے زیادہ مرعوب ہوتی ہیں۔

نوجوان نسل جس کے ہاتھوں میں قوم کا مستقبل ہوتا ہے۔ جن کے مضبوط کاندھوں پر ملت کی تعمیر و ترقی کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ نوجوانوں کو ملک و قوم کی ریڑھ کی ہڈی بھی کہا جاتا ہے اور یہ بات سچ ہے کہ اقوام کا مستقبل ہمیشہ نوجوانوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ وہ چاہیں تو اپنی انتھک کوششوں، بے مثال محنتوں اور لازوال جذباتوں کی بدولت قوم کو رفعت و بلندی کے اس مقام پر پہنچا دیں کہ آسمان بھی انہیں دیکھ کر رشک کرے۔ اور اگر یہی نوجوان چاہیں تو اپنی قوم کو اپنی ریشہ دوانیوں، بے راہ روی، لالباہی پن اور اپنی ذمہ داریوں سے کوتاہی کی بدولت قوم و ملت کو قعر پستی میں گرا دیں جہاں سے قوموں کا نکلنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور وہ قوم ہمیشہ مایوسی اور ناامیدی کے اندھیروں میں بھٹکتی رہ جاتی ہے۔

نوجوان قوم و ملت کا بڑا سرمایہ اور موثر ہتھیار ہوتے ہیں۔ اگر یہ درست اور اپنی سمت اور قبلہ کا صحیح تعین کر کے تعمیر و ترقی کے راستے پر گامزن رہیں تو پوری دنیا میں اس قوم کا ہم سر اور ثانی نہیں ہوگا۔ کیوں کہ نوجوانوں کے اندر گرم خون، دھڑکتے دل، زندہ اور گرم جذبات بے پناہ جوش اور طاقت کا ذخیرہ ہوتا ہے۔

اگر ان تمام خوبیوں اور صفات کا صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے۔ تو یقیناً کامیابی و کامرانی کا راستہ خود بخود کھل جاتا ہے۔ فتح و خوش قسمتی ان کے قدم چومتی ہے۔ دنیا کے تخت و تاج انہیں جھک کر سلام پیش کرتے ہیں۔ دنیا کا مال و متاع اور وسائل ان کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر ان مذکورہ خوبیوں کو نوجوان غلط استعمال کریں اور اپنی سمت اور قبلہ کا غلط تعین کریں تو کامیابی و کامرانی ان سے دور بھاگتی ہے۔ شکست و ذلت، بھوک و مفلسی، مایوسی، بد قسمتی، ناامیدی اور بد بختی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

دعوت تبلیغ کے میدان میں ان کا ایک اپنا مقام تھا۔ دن رات کی مشقت برداشت کر کے زمینوں اور سمندروں کے سینوں کو چیرتے ہوئے سالہا سال اونٹوں کے کجاووں پر بیٹھ کر، تقویٰ اور توکل کے زادِ راہ کے ساتھ انہوں نے ایک ایک حدیث کو اکٹھا کر کے انہیں آگے منتقل کیا۔ درس و تدریس کے میدان میں اترے تو علم کے ایسے سمندر بہائے جن کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

الغرض زندگی کے ہر شعبے میں ہمارے نوجوان اسلاف نے ستاروں پر کمندیں ڈالنے جیسا کردار ادا کیا ہے۔ اقبال نے ایسے نوجوان کے بارے میں ہی کہا تھا:

مجھے محبت ہے ان جوانوں سے
جو ستاروں پر ڈالتے ہیں کمند
اقبال کو نوجوان نسل سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ تھیں۔ ان کے مطابق نوجوان نسل ہی قوموں کا سرمایہ اور امیدوں کے چراغ ہوتی ہے۔ اگر یہ سرمایہ لٹ جائے یا امید کے چراغ بجھ جائیں تو قومیں تباہی کے دھانے پر پہنچ جاتی ہیں۔ اقبال نے جب مسلم نوجوانوں کی حالت زار کو دیکھا تو ان الفاظ میں ان کی تصویر کشی کی:

کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا جس کا تو ہے اک ٹوٹا ہوا تارا۔
حقیقت میں اقبال بھولے بھٹکے ہوئے مسلم نوجوانوں کو اپنے اسلاف کے کارناموں اور ان کے جذباتوں سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ مسلم نوجوانوں کو غیرت و حمیت کا سبق اور جرأتوں کی نشان دہی کرانا چاہتے ہیں۔ اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اقبال کچھ یوں مخاطب ہوتے ہیں:

تمہیں اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
رودا تھا جس نے پاؤں تلے تاج سردارا
اقبال نوجوانوں کو ان کی اصلیت سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر افسوس! آج کے نوجوانوں پر جو اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھلا کر کفار کی تہذیب و ثقافت اور ان کا کلچر اپنائے ہوئے ہے۔ اپنے اسلاف

رہی سہی کسر موبائل نے نکال دی ہے۔ موبائل آج کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ ہے۔ اگر اس کا صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے تو یہ ایک اچھی چیز ہے۔ لیکن جب سے اس کی ایجاد ہوئی ہے نوجوانوں کے جینے کا انداز ہی بدل گیا ہے۔ پہلے گانوں اور بے حیائی کی آوازیں کسی کسی گھر سے اٹھا کرتی تھیں لیکن وہ بھی محلے والوں کے خوف سے ان آوازوں کو اپنے گھر تک ہی محدود رکھتے تھے۔ لیکن اب یہ آوازیں نوجوان کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں۔ موبائل پر گانوں کی دھنیں اور شور پورے محلے کو سنائی دیتا ہے۔ ستم بالائے ستم کہ موبائل نیٹ ورک کمپنیوں نے نائٹ پیکجز اور گھنٹوں کے حساب سے بے شمار سہولیات فراہم کی ہیں۔ اس سے تاجر اور دوسرے طبقے کے لوگوں نے تو شاید کم ہی فائدہ اٹھایا ہوگا مگر ان نائٹ پیکجز کی وجہ سے نوجوان نسل راتوں کو چھپ چھپ کر گھنٹوں باتیں کرتے رہتے ہیں۔ نتیجہ بغاوت، خودکشی یا گھروں سے بھاگنے کی صورت میں نکلتا ہے۔ جو دونوں خاندانوں میں ذلت و رسوائی کا باعث بن جاتا ہے کہ وہ معاشرے میں نگاہ اٹھانے کے قابل نہیں رہتے۔ اور اس کا سب سے بڑا نقصان معاشرے کو بد امنی کی صورت میں پہنچ رہا ہے۔

الغرض مسلم نوجوان زندگی کے ہر میدان میں اسلام کی پٹری سے اترے ہوئے۔ اور اپنی ذمہ داریوں سے لاپرواہ نظر آتے ہیں۔ ایک وقت تھا جب یہی مسلم نوجوان اخلاص سے مزین شجاعت کے پیکر، سنت کے شیدائی، قرآن کے محافظ، حرمت رسول ﷺ کے وارث، میدانوں کے ماہر، طاقت کے پہاڑ اور کفار کے لیے اللہ کے عذاب ہوا کرتے تھے۔

جن میں سرفہرست محمد بن قاسم، سلطان صلاح الدین ایوبی، نور الدین زندگی، قتیبہ بن مسلم، طارق بن زیاد، ثنی بن حارثہ یہ سب تاریخ کے وہ سنہری نام ہیں جنہوں نے اپنے لہو سے اسلام کے چراغ کو روشن کیا۔

اگر علم کے میدان میں سلفی نوجوانوں کی جھلک دیکھنی ہو تو ہمیں امام بخاری رحمہ اللہ جیسے عظیم محدث بھی نظر آئیں گے۔ جنہیں دس سال کی عمر میں ستر ہزار احادیث بمعہ سند از بر تھیں۔

چار سو مسلمانوں کا ہی ڈکابجے گا۔ اور ان سب میں اللہ کی مدد شامل حال ہوگی۔

لیکن اگر نو جوانوں تم نے اپنے آپ کو نہیں بدلا۔ غفلت کی نیند سوئے رہے۔ تو پھر یاد رکھنا اللہ کی عدالت میں مظلوم مسلمانوں کے ہاتھ ہوں گے اور تمہارا گریبان۔ دنیا و آخرت میں اللہ کی سب سے بڑی عدالت میں تم سے تمہاری جوانیوں کے مصرف کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور شاید اس کے جواب میں تمہاری زبانیں خاموش اور دلوں میں شرمندگی کا احساس ہو۔ لیکن اس وقت کے پچھتاوے سے آج کا غور و فکر کرنا اچھا ہے۔

اب بھی موقع ہے

بدل جاؤ! سنبھل جاؤ! سدھر جاؤ!.....!

((.....☆☆☆.....))

دارالحدیث راجوال کے لیے ایک علمی تحفہ

سال رواں میں ایک دن دارالحدیث راجوال میں بعد نماز ظہر ایک شخصیت سے ملاقات ہوئی تو مولانا عنائت اللہ امین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ نے انہیں پہچانا نہیں.....! میں نے کہا کہ نہیں! کہنے لگے کہ یہ میرے ساتھی علامہ نور محمد ہیں۔ بعد علیک سلیک علامہ نور محمد صاحب نے مجھے ایک بشارت بھی سنا دی کہ دارالحدیث کے لیے ”اردو لغت“ نامی ایک اہم علمی کتاب کا تحفہ لایا ہوں۔ یہ کتاب ترقی اردو بورڈ کراچی نے شائع کی ہے۔ ۲۱ جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ بارہ ہزار قیمت رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ عزیز حافظ عبدالستار الحمد (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے ”نضرۃ النعیم“ حرم مکی کے علمی دروس کا مجموعہ جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اس کتاب کی قیمت بھی تقریباً بارہ ہزار روپیہ ہے۔ دارالحدیث راجوال کے لیے تحفہ پیش کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے محسنین کا یہ صدقہ جاریہ قبول فرمائے اور دونوں جہان کی برکات سے مالا مال فرمائے، آمین یا رب العالمین۔ طالب الدعوات:

(مولانا) محمد یوسف، خادم دارالحدیث، راجوال۔ اوکاڑا

کی سیرت کو اپنانے کی بجائے کفار اور یہود و نصاریٰ کو اپنا آئیڈیل سمجھتے ہیں۔ گندے انڈین گانے اور نئی آنے والی فلموں کا تو بھرپور علم ہوتا ہے مگر ان نو جوانوں کو حدیث کی تعریف تک نہیں آتی۔ ساری زندگی فرس، کیمسٹری، بائیولوجی اور کافروں کے بنائے ہوئے قانون سیکھنے کے لیے تو لگا سکتے ہیں مگر قرآن سیکھنے کے لیے ان کو فرصت نہیں ہوتی۔

پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے جہاں کئی نعمتوں سے نوازا ہے وہیں پر اللہ کا یہ خصوصی انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو پچپن فیصد نو جوان عطا کیے ہیں۔ ایسا اعزاز بہت کم تو مومن کے نصیب میں ہوتا ہے۔ ان پچپن فیصد نو جوانوں کو راہ راست پر لانے والے لوگ بہت کم ہیں۔ اور گمراہی کا راستہ دکھلانے والوں کی بھرمار ہے۔ میں نے ایک گلوکار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ پاکستان کے نو جوانوں کی تعداد پچپن فیصد ہے اور میرا دل کرتا ہے کہ تمام نو جوانوں کو موسیقی پر لگا دوں۔

ہائے کاش! یہ نو جوان موسیقی کے بجائے قرآن سیکھتے، حدیث

نبوی سے روشناس ہوتے اور دین اسلام کے سچے سپاہی اور داعی بنتے۔

اے نو جوانانِ رعنا! اب بھی وقت ہے کچھ ہوش کے ناخن لو۔ اپنی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ کرو۔ اس وطن عزیز کو، دین اسلام کو، امت مسلمہ کو تمہارے کاندھوں کی ضرورت ہے۔ تم مسلمانوں کی امیدوں کا سہارا ہو۔ اپنے اسلاف کی پیروی کرو۔ اپنے ایمان کو چٹان کی طرح مضبوط اور شبنم کی طرح پاک کرو۔ اپنے بازوؤں کو فولادی، سینوں کو چٹیل میدانوں کی طرح سخت، آنکھوں میں حیا، دل میں تقویٰ اور جسموں پر اسلامی شریعت کو نافذ کرو۔ خشیت الہی کو اپنا ہتھیار ”قیام اللیل و صیام النہار“ کو اپنی ڈھال بناؤ۔

عزم، توکل، یقین اور بھروسے کے لائق صرف اللہ کی ذات کو بناؤ۔ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ کو حرزِ جاں بناؤ۔ قرآن و سنت کو اپنا نصاب زندگی ترتیب دو۔ چپیتے کی پھرتی، عقاب کی نگاہیں، اور شیر کی بہادری اپنے اندر پیدا کرو۔ دعاؤں اور ذکر و اذکار سے اپنے روٹھے ہوئے رب کو مناؤ۔ ان تمام چیزوں کو ساتھ لے کر عمل کا ایک تازہ جہاں بساؤ۔ پھر اللہ کا عذاب رحمت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اور خوشیاں تمہارے گھر میں بسیرا کریں گی۔ پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرائے گا۔

ایک امریکی سفیر کا شعر

عبدالقادر حسن

اس ریاضت کے بعد اس امریکی سفارت کار پر ایک شعر اتر ا۔
دانش و حکمت اور فراست اور بصیرت سے بھر پور شعر، یہ شعر اس
نے اپنی ایک پرانی رپورٹ میں واشنگٹن کو لکھ کر بھیج دیا۔ جب میں نے یہ
شعر سنا تو حیرت ہوئی کہ امریکہ کے دانشوروں کو کیا ہو گیا کہ وہ اس
سفارت کار کی اس بے مثال بصیرت سے اب تک مستفید نہ ہو سکے۔ یہ
شعر نثر کا ایک ٹکڑا تھا کہ ”افغانستان میں چوں کہ کوئی الیٹ یعنی اشرافیہ
کلاس نہیں ہے یہاں ملک کے بڑے لوگوں کا کوئی ایسا طبقہ موجود نہیں
جس کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور ہو اس لیے اس ملک کو فتح نہیں کیا
جاسکتا۔“

اس کی تفصیل کا ہر پاکستانی کو علم ہے کہ جب کسی کو پاکستان پر قابو
پانے کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اس نام نہاد اونچے طبقے اشرافیہ کو قابو کرتا
ہے اور اس کو قابو کرنا بہت آسان ہے اور اس طبقہ کے ہر رکن کی قیمت
الگ الگ ہے جو بڑے سے شروع ہو کر کروڑوں ڈالروں تک جاتی
ہے۔ اسی بکاؤ مال کو میں اشرافیہ نہیں ”بد معاشیہ“ کہتا ہوں۔ ایک زمانہ تھا
جب باہر کی کمپنیاں پاکستان میں کام حاصل کرنا چاہتی تھیں تو ان کے
نمائندے ایک مہینے اور ایک آدھ ٹائی لے کر کسی دفتر میں داخل ہوتے
اور نہایت ادب کے ساتھ صاحب کو غیر ملکی تحفہ پیش کرتے کہ آپ کی پسند
پر پورا اتریں، قبول فرمائیے۔ ان غیر ملکیوں کے بقول دو مہینے اور ایک
ٹائی بڑے کام کر جاتی تھی لیکن بعد میں معیار بڑھتا گیا اور رفتہ رفتہ نو بہت
کروڑوں ڈالروں تک جا پہنچی اور اس کے عوض اس ملک کو گروہی رکھ دیا
گیا۔ یہ سب مال چند لوگوں کی جیبوں میں گیا۔

افغانستان میں امریکی سفیر یہی کہہ رہے ہیں کہ ہم یہاں
افغانستان میں کیا کریں جہاں کوئی اشرافیہ نہیں ہے، کوئی بڑا آدمی نہیں
جس کو چھوٹا بڑا لالچ دیں۔ ان کی جب حکومت قائم ہوتی ہے تو اس کے

افغانستان میں امریکا کے سفیر نے جو واقعی ایک سفیر بات دیر دکھائی
دیتے ہیں کچھ عرصہ پہلے ایک ایسی سفارتی حکمت بیان کی ہے جس پر کسی
شعر کا گماں گزرتا ہے۔ ان کا یہ شعر جناب جنرل حمید گل کی زبانی مجھ تک
پہنچا ہے۔ مجھے یوں لگا جیسے یہ کوئی ایسا شعر ہے جو میرے دل و دماغ پر چھا
گیا، یہ شعر یوں تو پرانا ہے لیکن کوئی اچھا شعر پرانا نہیں ہوتا۔ حکیم کی مجون
کی طرح پرانا ہو کر زیادہ با اثر ہو جاتا ہے۔ بڑی طاقتوں کے قاتل
افغانستان کو اب تیسری سپر پاور بھگت رہی ہے۔ انگریزوں اور روسیوں کے
بعد اب امریکی اس قتل گاہ سے گزر رہے ہیں۔ ہم چھوٹے ملکوں پر چوں کہ
بڑی طاقتوں کا بہت رعب ہے اور ہم ان کے لیے سب کچھ ممکن سمجھتے ہیں
اس لیے بڑی طاقتیں بھی اپنی طاقت کے زعم اور گھمنڈ میں اپنے آپ کو ہر
مشکل پر غالب سمجھتی ہیں۔ خصوصاً امریکہ تو ہر مسئلہ کا حل اپنی فوجی و معاشی
طاقت میں سمجھتا ہے اور اگر اسے کہیں اپنے خلاف مزاحمت دکھائی دیتی ہے
تو وہ بہت جربز ہو جاتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹنا شروع کر دیتا
ہے کہ دنیا میں کون ہے جو ہماری مزاحمت کی جرأت کر سکتا ہے۔

ایک روس تھا جو ختم ہو چکا اب کوئی نیا پیدا ہوگا تب دیکھیں گے لیکن
فی الحال تو ہمارا کوئی مد مقابل نہیں ہے۔ چنانچہ افغانستان پر جب
امریکہ نے حملہ کیا لیکن اس ملک پر مکمل قبضہ میں کامیابی پر غیر معمولی حد
تک لمبا عرصہ گزر گیا تو امریکہ پریشان ہو گیا جب کہ اس کو اقوام متحدہ اور
نیوٹک کی امداد حاصل تھی۔ اس صورت حال سے یہ ظاہر ہے کہ سب سے
زیادہ پریشانی افغانستان میں امریکی سفیر کو تھی جو یہ صورت حال دیکھ کر پہلے
تو حیران ہوا کہ یہ کیسے ممکن ہے پھر اس غیر متوقع واقعہ کو دیکھ کر وہ پریشان
ہو گیا، چنانچہ امریکی سفیر صاحب نے، جو ایک سابق فوجی اور جرنیل
ہیں، افغانستان کے اندرونی حالات کا جائزہ لیا، افغانوں کو سمجھنے کی کوشش
کی، ان کی تاریخ دیکھی اور اس قوم کی نفسیات کا قریب سے مطالعہ کیا۔

طبقہ موجود ہے جس کے ہاتھ میں ملک کے لیے بھی اور اپنے لیے بھی ایک کسٹول ہے جس کی جھولی پھیلی رہتی ہے اور جس کے ہاتھ ہر دولت مند کا دامن کھینچتے ہیں۔ ان کی دولت مند اور آسودہ زندگی بھی باہر والوں کی دین ہے اور ان کی حکومت بھی کسی بڑی طاقت کی عطا ہے۔ ایسی حکومت جو دینے والا کسی وقت بھی چھین سکتا ہے اور کسی دوسرے کی پھیلی ہوئی جھولی میں ڈال سکتا ہے۔ ایسی کئی جھولیاں پھیلی رہتی ہیں اور حکمران ہر وقت خوفزدہ رہتے ہیں۔ ان کو ایک ایسی مجبور اور مفلس حکومت دی جاتی ہے جو عوام دشمن ہوتی ہے اور عوام کو لوٹ کھسوٹ کر چلنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ اگر کسی سے قرض مانگتی ہے تو اسے حکم دیا جاتا ہے کہ ملک کے اندر فلاں فلاں بنیادی ضرورتوں کو مہنگا کر دو، تب یہ عرضی قبول ہوگی تا کہ عوام کی برہمی اور نفرت میں مزید اضافہ ہو۔ حکمران اپنے عوام سے بھی خوفزدہ رہیں اور حکومت دینے والوں سے بھی۔ ایسے کرپٹ اور بے دین حکمران کسی کے خلاف کیا مزاحمت کر سکتے ہیں مگر افسوس کہ افغانستان میں متعین امریکی سفیر اس نعمت سے محروم ہے۔ وہ روتا ہے کہ میں کیا کروں یہاں کوئی اشرافیہ موجود ہی نہیں کہ اس کے ذریعے یہ ملک خرید کر صدر امریکہ کو پیش کر سکوں۔ مزے تو پاکستان میں ہمارے سفیر کے ہیں جو حکم دیا کرتا ہے اور وائسرائے کہلاتا ہے۔ ہم تو ان فقرے افغانوں کی منت ساجت اور ان سے بات کرنے کے محتاج رہتے ہیں مگر وہ بات بھی نہیں کرتے۔ آگے سے غراتے ہیں کیوں کہ ان کے ہاں اشرافیہ موجود نہیں ہے، جو پاکستان اور تمام مسلمان ملکوں میں موجود ہے۔



شیخ محمد الیاس (دوائی والے) کی وفات پر تعزیت

شیخ محمد الیاس دوائی والے (میرٹ روڈ کراچی) کی وفات کا اعلان ”الاعتصام“ میں پڑھا، بڑا صدمہ ہوا۔ آں مرحوم جماعتی اور رفاہی شخصیت تھے اور میرے بڑے محسن تھے۔ ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ کریم ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔ [مولانا محمد یاسین راہی، ادارہ تبلیغ اسلام جام پور، ضلع راجن پور]

سربراہ کو تلاش کرنا اور کسی مجلس میں الگ سے پہچانا مشکل ہو جاتا ہے کہ امیر المومنین کہاں تشریف فرما ہیں۔ ان لوگوں کو کیا رشوت دیں اور کیا لالچ دیں، نہ یہ ملک سے باہر مکان بناتے ہیں نہ ان کا کوئی بچہ باہر کسی یونیورسٹی میں پڑھتا ہے، نہ یہ کسی گرین کارڈ کو جانتے پہچانتے ہیں، نہ عیش و عشرت کے ان مرکوزوں سے واقف ہیں جہاں پاکستانی قسم کی اشرافیہ کے لوگ ہوش کھودیتے ہیں۔ کپڑے ان کے ایسے کہ اکثریت نیا کپڑا تب اتارتی ہے جب وہ پھٹ کر پہننے کے قابل نہیں رہتا۔ سردی ہو یا گرمی شلوار قمیض اور ایک چادر ان کا لباس ہے۔ پاؤں میں چمڑے کی چپل اور کسی غریب کے پاؤں میں وہ بھی نہیں، اس کی جگہ بٹی ہوئی گھاس کی چپل، ان قلندروں، فقیروں اور نئی دنیا سے بے خبر اور نا آشنا لوگوں کو کیسے قابو کریں۔ یہ تو وہ ہیں جو نہ دامے، نہ درمے نہ سنے قابو میں آتے ہیں اور نہ اسلحہ کی طاقت سے۔ جس ملک میں کرپٹ الیٹ نہیں، جس ملک میں رشوت خور انتظامیہ نہیں، جس ملک میں مغرب کے سحر سے مدہوش لوگ نہیں، جس ملک کی سول اور فوج کے اعلیٰ افسروں کی اکثریت امریکہ وغیرہ میں باقی ماندہ زندگی گزارنے کی آرزو مند نہیں، جس ملک کے بڑے اور اونچے لوگوں کے بیرون ملک بینک اکاؤنٹ نہیں اور جس ملک کے ارباب حل و عقد اپنے وطن عزیز کو بیچنے پر تیار نہیں، ایسے ملک میں کوئی سپر پاور کیا کر سکتی ہے کیوں کہ ایسے فقیر لوگ زندگی کی مشقتوں اور موت سے نہیں ڈرتے۔

امریکی سفیر کی یہ بات دانش و حکمت اور سفارتی فراست کا ایک نمونہ ہے۔ تعجب ہے کہ ایک امریکی ریٹائرڈ فوجی اور سفارت کار اس قدر فہم و فراست کا مالک ہے، جس نے افغانستان میں جنگ کا فیصلہ اپنے سفارت خانے میں بیٹھ کر لکھ دیا ہے۔ امریکہ خوش قسمت ہے جس نے اپنے بیرون ملک مشکل ترین محاذ پر ایسا دانش مند سفیر متعین کیا ہے اور ایسا کوئی سفیر اس کی قسمت میں بھی تھا۔

اب ذرا اپنی حالت پر غور فرمائیں، یہاں امریکی سفیر کس قدر موج کرتا ہے اور ہر رپورٹ کا میانی کی بھیجتا ہے کیوں کہ اس کی خوش قسمتی سے یہاں الیٹ اور اشرافیہ کا ایک مضبوط اور دن بدن پھیلتا ہوا

مکتوب از مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ بنام مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ

جواب از مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ بنام مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ

محترمی مولانا المکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! اخبار ”اہل حدیث“ ۸/ محرم کی اشاعت میں جناب نے مجھ کو بھی یاد فرمایا ہے، اس کا میں ممنون ہوں، ایسی تقریب سے خاکسار کو چند معروضات پیش کرنے کا موقع مل گیا۔ پھلوری صاحب کا مضمون میرے پیش نظر ہے، درس و تدریس اور خانگی و مقامی مشاغل نے بروقت اس پر توجہ دینے کی مہلت نہ دی۔ میرا خیال ہے کہ الگ الگ اس قسم کے مقالات پر تنقید کرنے کے بجائے اگر مسلک حدیث پر ایک مستقل جامع کتاب شائع کر دی جائے تو زیادہ مناسب ہوگا، اس میں حدیث کے متعلق ضروری معلومات ”مسلک اعتدال“ پر اصولی بحث، ”النظر فی الحدیث“ پر ایک نظر اور مقالہ پھلوری پر تنقید سب یکجا طور پر لوگوں کے سامنے آ سکتی ہیں۔ اس سلسلہ میں خاکسار قلمی اور مطبوعہ مواد فراہم کر رہا ہے، اگر آئندہ بھی اس معاملہ میں رہنمائی فرمائیں تو حد درجہ ممنون ہوں گا۔

”جماعت اسلامی“ میں میری شرکت اس بنا پر ہے کہ موجودہ اجتماعی اور تنظیمی اداروں سے اس کا نصب العین اور طریق کار کتاب و سنت کے زیادہ موافق ہے۔

کانگریس، احرار، خاکسار، مسلم لیگ ان میں سے کسی کے سامنے خالص اسلامی پروگرام نہیں ہے۔ ”اصحاب الجحیم“ کی رفاقت و تعاون سے ”اصحاب برزخ“ سے تعاون علی البر بہر حال بہتر ہی ہے۔ مشترک مقصد آزادی وطن کی خاطر اگر ہندوؤں سے اشتراک، اتحاد اور تعاون ہو سکتا ہے تو اقامت دین کے لیے حقیقت و اہل حدیث کے مابین ”برزخ“ والوں سے اشتراک و اتحاد کیوں ناگوار ہے؟

جماعت اسلامی سے اشتراک عمل کی صورت سے تو ایک برزخی صورت ہی پیدا ہوگی لیکن کانگریس کی ”متحدہ قومیت“ کی ہم نوائی سے تو اصل اسلام ہی خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ آپ تو خود ہی اعتراف کر چکے ہیں کہ ”جماعت اسلامی“ نے لیگ، کانگریس اور اشتراکیت کے متعلق مفید لٹریچر تیار کر دیا ہے، میں تو اس تحریر سے سمجھا تھا کہ آئندہ بھی ”متحدہ قومیت“ کے خطرات سے آگاہ ہو کر آزادی وطن کی نام نہاد تحریک سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ لیکن اخبارات سے معلوم ہوا کہ آپ پوری طرح اس سلسلہ میں سرگرم عمل ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک کانگریسی تحریک درست ہے تو پھر سیاسی کشمکش حصہ دوم کے خلاف تنقیدی قلم اٹھائیے۔ تاکہ دوسرے نوجوان بھی اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔

محترم مولانا! اگر مسلک حدیث کی حمایت کے ساتھ ساتھ اقامت دین کا کام کرنا ہے تو موجودہ ہنگامہ آرائیوں سے الگ ہو کر یکسوئی سے کوئی مفید اور کتاب و سنت کے مطابق عملی پروگرام مرتب فرمائیے۔ ان شاء اللہ بہت سے کام کرنے والے آپ کو مل سکتے ہیں۔

ورنہ کانگریس میں داخل رہتے ہوئے حمایت مسلک اہل حدیث جگ ہنسائی کا موقع فراہم کر رہی ہے۔ کیا وردھا اسکیم، ویدیا مندر اسکیم اور کانگریس وزارتوں کے تلخ اثرات و ثمرات دیکھنے کے باوجود آپ یہ کیسے فرما رہے ہیں کہ لادینی کانگریس کی ذاتیات میں داخل نہیں ہے۔

کیا وطنیت، غیر اسلامی قیادت، مذہب و سیاست کی تفریق مخلوق کے لیے قانون سازی کا حق تسلیم کرنا۔ ان بنیادوں پر کانگریس کی عمارت قائم

نہیں ہے؟ وطنیت کا جو تصور کانگریس پیش کرتی ہے کیا اسلامی ہے؟ تحریک آزادی وطن کا قدم قدم پر کتاب و سنت سے تصادم ہے اور ہوگا۔ لیکن پھر بھی آنکھ کا یہ شہیر نہیں کھلتا۔ امید ہے کہ میری یہ تلخ گوئی ناگوار نہ ہوگی۔

جماعت اسلامی کی برزخی حالت جس رفتار سے جا رہی ہے اس کا مجھے احساس ہے، اس کے ذمہ دار کارکنوں میں خامیاں اور کمزوریاں ہیں، کچھ تحریریں مسلک سلف سے ہٹی ہوئی ہیں۔ لیکن جب تک نعم البدل نہیں ملتا اصحاب انجم کو اصحاب برزخ پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اس جماعت کی اصلاح اور اقامت دین کا ہمہ گیر کام کرنے کے لیے دو ہی صورتیں ہیں یا تو اکابر علمائے حدیث اس میں داخل ہو کر اس کو برزخیت سے نکال لیں، یا پھر اسی نہج پر کتاب و سنت کے مطابق ایک دوسرا ادارہ قائم کر لیا جائے جو اقامت دین اور حمایت کتاب و سنت (بطریق سلف) کی خدمت انجام دے اور جماعت اسلامی سے تعاون علی البر کی حد تک یگانگت برقی جائے۔ مودودی صاحب کا تو خود یہ اعلان ہے کہ ہماری دعوت جماعت شخصیت کی طرف نہیں ہے بلکہ اسلامی نصب العین کی طرف ہے۔

دستور جماعت اسلامی کی اصل روح سے آپ کو اتفاق ہے یا اختلاف؟ اندازِ تعمیر میں اختلاف ہو سکتا ہے، اس کو برداشت بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اگر اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو کتاب و سنت سے صراحتاً متصادم ہے تو پھر قلم و حرکت دے کر تغیر مکر کا فرض ادا کیجیے۔ ورنہ پھر ایک ساتھ یا الگ ہو کر ایسے پروگرام کو ہر دلعزیز بنانے کی کوشش ہی کیجیے۔

مجھے معلوم ہے کہ اہل حدیث کانفرنس کے ماتحت تنظیمی کام شروع ہے لیکن میں اصولاً اس سے متفق نہیں ہوں۔ ٹھیک جس طرح مسلم لیگ چار آنے کے ممبر بھرتی کر کے نسلی مسلمان رنگ روٹ بھرتی کر رہی ہے اسی طرح کانفرنس نے بھی نسلی خاندانی اہل حدیث کو منظم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے کیا انبیائے کرام کا طریق کار بھی یہی تھا؟ مسلم لیگ وزارتوں کا جو حشر ہوا وہی نوعیت یہاں دینی اداروں میں نظر آنے کا خطرہ ہے۔

صحیح صورت یہی ہے جن لوگوں کے دل میں تڑپ ہے جو کتاب و سنت کے اتباع پر ہر مفاد کو قربان کر سکتے ہیں وہ یکجا جمع ہو کر ایک ادارہ تالیف و تصنیف اور تربیت گاہ کی بنیاد ڈال دیں، اس کام کی ابتداء مختصر حالت سے شروع کی جائے، جب اس کے فوائد ظاہر ہوں گے تو تخلصین خود بخود دیکھنے شروع ہو جائیں گے۔

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ”مسلک اعتدال“ مسلک محدثین سلف سے ہٹا ہوا ہے، لیکن کیا اسی اصول کو مولانا ثناء اللہ صاحب نے اہل حدیث کہلاتے ہوئے تفسیر القرآن اور دوسری اردو تصانیف میں عملاً اختیار نہیں کیا ہے۔ کیا آپ نے اس کے خلاف تقریر یا تحریر کوئی احتجاج فرمایا ہے۔ کیا اس غیر مساویانہ سلوک پر گروہی عصبيت کا الزام عائد نہ ہوگا۔ آخر

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ اَنْ لَا تَعْدِلُوْا﴾ ﴿كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شٰهَدَآءُ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ الْاٰیَۃ

پر عمل کب ہوگا؟ خیال تو یہی تھا کہ یہ خط بصورت مضمون ”اہل حدیث“ کو بھیج دیتا تا کہ ناظرین تصویر کے دونوں رخ دیکھ کر صحیح رائے قائم کر سکتے لیکن گزشتہ تجربے اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ”اہل حدیث“ کے مدیر محترم حسب عادت قدیمہ زمیمہ و تنبیخ کے بغیر شائع نہ فرمائیں گے۔

”کانگریسی“ اہل حدیث علماء میں جناب کو میں معتدل المسلمک اور متحمل المزاج وسیع النظر اور صاحب درد پاتا ہوں اس لیے چند گزارشات پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ شاید کوئی مفید نتیجہ نکل آئے۔ ورنہ نہ میرے پاس وقت ہے اور نہ دوسروں سے امید ہے کہ ایسی لمبی تحریر کے لیے دماغ سوزی گوارا فرمائیں گے۔ ممکن ہے کہ قلم سے کوئی ناگوار خاطر کلمہ نکل گیا ہو۔ اس کے لیے میں معافی کا خواستگار ہوں۔

والسلام

(عبدالغفار حسن)

.....(جواب).....

۱۸ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ

23-12-1945

حبیبی الاعز!

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کرم نہ فرماتے تو جناب کی توجہ سے محرومی ہوتی۔ تنقید کے متعلق جو خدمت میرے سپرد فرمائیں میں حسب استطاعت حاضر ہوں۔ نامہ گرامی کا انداز مناظرانہ اور انزائی ہے اس لیے اس کا مطلب تو یہی ہوگا کہ ایک کی بجائے دو گنہگار ہو گئے۔ میری طلب یہ تھی کہ واقعی سچائی سے شناسائی کا موقع ملے، الزامی صداقت فی الواقع صداقت نہیں۔

گرامی نامہ ان غلط نوازیوں کی سمیت سے پوری طرح مسموم ہے جو ایک تحریک اپنے ماحول کو مخالفین سے محفوظ کرنے یا اپنی گرفت کو مضبوط کرنے کے لیے فیضائیں پھیلا سکتی ہے اس لیے چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں اگر سمیع قبول میں آجائیں۔

①..... اصحاب الجحیم سے مخالفت بے شک ضروری ہے لیکن صرف ان امور میں جو موصل الی الجحیم ہوں اگر یہ لوگ بھی کوئی اچھا کام کریں تو ان سے اشتراک یا ان کی اعانت ممنوع نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

قال عثمان حين سئل عن اقتداء المبتدعة، الصلوة احسن ما يعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم۔ [بخاری]

②..... اگر ”اہل برزخ“ سے اشتراک ایک جنتی کو برزخ میں لاکھڑا کرے تو ایسا اشتراک بے سود ہی نہیں بلکہ نادرست ہے۔

﴿استبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر﴾

دوزخی برزخ میں آجائے تو خیر جنتی برزخ پر فخر کرنے لگے تو گزارش ہے کہ ﴿فما ربحت تجارتهم وما كانوا مهتدين﴾

③..... آیت کریمہ ﴿تعاونوا علی البر والتقوی.....﴾ میں محیط فائدہ نہ فعل تعاون پر اور نہ اس کے ذہنی مفاعیل محیط کا فائدہ فیہ زائد ہے جسے ظرف علی البر اور علی الاثم سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس لیے اہل جحیم اور اہل برزخ دونوں کو نظر انداز کر کے براور اثم سے بحث ہونی چاہیے۔ میں جناب کو پورے وثوق سے یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہم لوگ اپنی کمزوریوں کے اعتراف کے باوجود اعانت علی الاثم والعدوان کے مرتکب نہیں ہیں۔

﴿وما ابری نفسی ان النفس لامارة بالسوء﴾

④..... اہل برزخ اگر اثم وعدوان کا ارتکاب کریں تو ان کے ساتھ تعاون و اشتراک بھی ایسے ہی ممنوع ہے جیسے اصحاب جحیم کے ساتھ۔

اذا عملوا اعمال اهل الجحیم اس لیے ادباً گزارش ہے کہ اصحاب انجیم اور اہل برزخ کے الفاظ کے ساتھ جذبات سے اپیل نہ کی جائے بلکہ حقائق پر نظر رکھی جائے۔

⑤..... کوئی ادارہ اجتماعی ہو یا تنظیمی اسے محض اس کے دعاوی سے ہی نہ پرکھنا چاہیے بلکہ اصل پہچان اعمال سے ہونی چاہیے اور اسی رفتار سے جو اس نے مقاصد کی طرف بڑھنے کے لیے اختیار کی ہو، اور دشمن اس سے کہاں تک متاثر ہوا ہے۔ اس لحاظ سے جماعت اسلامی صفر سے بھی کچھ نیچے

ہوگی۔ یہاں ابھی ① اچھی روحوں کی تلاش ہے اور کچھ ② اسلامی زندگی کے تجزیے اور کچھ ③ غلطیوں کی نشان دہی اور ④ اس کے بعد ہر شیطان سے جنگ، بشرطیکہ وہ خبیث کہیں نظر آجائے۔

میں کوثر کو التزم اپڑھتا ہوں عزیز صاحب کی چھیڑ چھاڑ، مولانا رام نگر کی کفسانے اور مولانا پھلواری وغیرہ کے فتاوے اور مباحث سے تعجب ہوتا ہے کہ پہلی جماعتوں کا انداز مخاطب کیا یہی تھا؟ زمانہ نبوت اور اس وقت کا ابتدائی پروگرام دفاتر سنت و سفار سیرۃ میں ہمارے سامنے ہے۔ وہاں مفید اور قابل فخر لٹریچر کا مقام ہی نہیں۔ قرآن ایسی مفید کتاب کی اشاعت بھی صرف سینوں ہی میں ہوں۔ زمانہ صدیق تک فرانسیسی بھی اس کی برکات سے محروم رہے لٹریچر کی افادی حیثیت سے اب بھی انکار نہیں لیکن اسے آپ ایک مکتبہ کے اعمال صالحہ میں شمار فرما سکتے ہیں نہ کہ ایک اجتماعی اور انقلابی تحریک کے محاسن میں؟

⑥..... ایک دنیا پرست لیڈر کے لیے واقعی یہ ایک خوبی ہے کہ وہ اپنے اتباع کو اتنا بدحواس کر دے کہ وہ حق اور باطل میں امتیاز نہ کر سکیں لیکن عند اللہ وہ اس کی مسؤلیت سے نہیں بچ سکتا اس لیے جس جمود کی دعوت مولانا ابوالاعلیٰ اس وقت جماعت اسلامی کے توسط سے دے رہے ہیں وہ بہت بڑی مسؤلیت اپنے سر پر لے رہے ہیں۔ میری ناقص رائے میں جماعت اسلامی نے اپنے سر پر دو ذمہ داریاں لی ہیں:

① موجودہ تحریکات پر تنقید بہ حیثیت ایک دیانت دار اشاعتی ادارہ کے ان کا حق ہے اور مفید کام۔
② دوم دوسری تحریکات کی تنقیص اور آپ ایسے مخلص حضرات کے اذہان کو حقائق کی غلط تعبیر سے مسموم کرنا۔ یہ انگریز اور نظام باطل کی درازی عمر کے لیے ایک بہترین خدمت ہے میں نے جہاں اس حرکت کے خلاف کچھ کہا وہاں پیش نظر ہر دوسرا پہلو ہا میں اس حرکت کو عملی پہلو سے بیکار محض اور مضر حرکت سمجھتا ہوں بہت سے کام کرنے والے ان ادہام کی وجہ سے بیکار ہو گئے۔ اور یہ انگریز کی بہترین خدمت ہے جو مولانا اور آپ سب حضرات نادانستہ طور پر پورے خلوص کے ساتھ کر رہے ہیں۔ عفا اللہ عنکم

اگر آپ حضرات اس تنقیدی لٹریچر کی اشاعت کے ساتھ ملک کی موجودہ تحریکات سے جو بھی صلح تھی اس کے ساتھ تعاون کر کے نظام باطل کی تھوڑی بہت تخریب فرماتے تو شاید ہم ایسے گنہگار تحریک کے متعلق کچھ سوچتے مگر اس سکوت تام اور جو محض میں میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کی تگ و دو کی دنیا میں کیا قیمت ہوگی یہ لامساس کا فلسفہ دین محمدی میں کوئی وقیع فلسفہ نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کچھ فائدہ۔

④..... (۱) حضرت ابوبکر ہجرت کے لیے پہلی دفعہ نکلے اور ابن دغنے کے ساتھ واپس تشریف لائے۔ اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ نظام باطل کی برتری کو ضرورتاً قبول کیا گیا، ان کی دی ہوئی امان سے وقتی استفادہ کیا گیا۔ (۲) حضرت یوسف کے قیام مصر میں مولانا پھلواری کے تفسیری نکات کے باوجود میری رائے تو یہی ہے کہ نظام باطل کی تخریب کے لیے نظام باطل میں شمولیت، ان کی اعانت، غیر مسلم کی قیادت وغیرہ محظورات وقتی طور برداشت کیے جاسکتے ہیں۔ (۳) غزوہ خندق کے ابتدائی مراحل میں آنحضرت ﷺ اس معاہدہ کے لیے آمادہ ہو گئے تھے کہ مدینہ کے محاصل سے اپنے مخالفین کو سالانہ کچھ دے دیا کریں۔ غالباً حضرت ابوبکر نے اس تجویز سے اختلاف فرمایا تھا۔ نظام باطل کی برتری اور حالات کا اقتضا دونوں غور طلب ہیں۔

جماعت کے لٹریچر میں میری ناقص رائے میں جو بین غلطی ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ یہاں دین کے سیاسی پہلو کو تعبدی پہلو کا رنگ دیا جا رہا ہے اور یہاں جزئیات تک کے لیے نصوص کی تلاش کی جا رہی ہے۔ تعبدیات میں ہوتا یہ صورت ایک حد تک قابل برداشت ہے لیکن جن معاملات میں چند اصولی تحفظات کے بعد معاملات کی تشخیص اور فیصلہ انتم اعلم بامور دنیا کم کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ اگر جماعت میں قوت ہو تو وہ جزوی تحفظات خود پیدا کر لے گی اور قوت ناپید ہو تو اصولی تحفظات کا غدی معاہدات کی قوت سے نہیں بچ سکتے۔ اور جماعت اسلامی کے پروگرام میں تو کاغذی

معابدات بھی شاید نہ ہوں۔ وہاں شاید اصلاح نفس ہی سے سارے کام ہو جائیں۔
اصلاح اعمال کا پروگرام صحیح ہے لیکن اس اصلاح کے انتظار میں قتل خلاف سنت معلوم ہوتا ہے۔ زمانہ خیر میں اچھی روحوں کی تلاش کے لیے کوئی ایسی اکتشافی مہم شروع نہیں کی گئی جیسے کہ جناب کے پروگرام میں اسے اہمیت دی گئی ہے۔ وہاں حضرت صدیق کے ساتھ معارضہ اسلامی ایسے لوگ بھی کام کرتے رہے۔ ہذہ قسمۃ لم یرد بہ وجہ اللہ جیسے ریمارک سن کر بھی کام بند نہیں کیا گیا۔
(۸)..... اہل حدیث کے تنظیمی کام سے مجھے اس لیے دلچسپی ہے کہ ان گنہگاروں سے ہی کام کے آدمی مل سکتے ہیں۔ بے امید نہیں ہونا چاہیے۔ جن اداروں میں جناب تشریف لے گئے ہیں وہاں کی کمزوریوں پر اگر صبر کیا جاسکتا ہے تو یہاں کے گنہگاروں کو وہ مراعات دے دی جائے تو کیا حرج ہے۔

(۹)..... ادارہ تالیف و تصنیف کے متعلق جناب کی تجویز معقول ہے کہیں مل کر مشورہ کر لیا جائے۔ میں چوں کہ اس راہ سے ناواقف ہوں اس لیے بحیثیت مقتدی جو حکم ہو کرنے کو تیار ہوں اور جہاں طلب فرمائیں حاضر ہو سکوں گا۔ ان شاء اللہ
میری کانگریسیٹ پر جناب ناراض نہ ہوں وہ بھی ایسی ہے جیسے جناب کا جماعت اسلامی میں اشتراک۔ بعض مکائد وہاں موجود ہیں۔ لیکن میں انگریز کو ان تمام مکائد کی علت سمجھتا ہوں اور اس موثر مخالفت کے لیے کانگریس سے بہتر کوئی جماعت نہیں۔ ۱۸۵۷ء اور اس کے بعد پٹنہ انبالہ میں جو مصائب جماعت پر آئے اسی بغض کی وجہ سے میں جلد سے جلد اس نظام کی تباہی چاہتا ہوں۔ میری کم علمی سمجھنے یا ناتجربہ کاری میں اس کے لیے کسی لمبے پروگرام پر یقین نہیں رکھتا۔

عریضہ بلا ارادہ لمبا ہو گیا ایسی بہت سی چیزیں کہنے کی تھیں مگر انہیں کسی دوسری فرصت پر ملتوی رکھتا ہوں۔ جناب کی توجہ کا مکرر شکریہ، گرامی نامہ میں کچھ تلخی تھی اور اگر ہو بھی تو جس تلخی کی تہہ میں خلوص ہوا سے برداشت کرنا چاہیے۔
ہوں قیادت کا الزام میں نے مولانا مودودی پر خصوصیت کے ساتھ نہیں رکھا، تمام نئی تحریکات میں اس چیز کو ایک حد تک دخل ہے۔ ”بزم توحید“ ہو یا ”جماعت صالحین“، مگر اسے کس سے کہیں اور کہاں؟ مدیر اہل حدیث کی نوازش ہے کہ انہوں نے قریباً پانچ ماہ کے بعد بعض تصرفات کے ساتھ مضمون شائع کرایا۔

والسلام
محمد اسماعیل گوجر نوالہ



طلباء جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا اعزاز

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے دو ہونہار طالب علم ارشاد الحسن ابرار اور ہاشم یزمانی کا مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب میں مابجیر (ایم۔ اے) میں داخلہ ہو گیا ہے۔ ان دونوں نے بی اے آنرز میں اعلیٰ پوزیشنیں حاصل کیں اور مقابلہ کے امتحان میں بھی نمایاں حیثیت سے پاس ہوئے۔
دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کرے۔ جامعہ سلفیہ کی انتظامیہ، اساتذہ اور طلباء ان کی کامیابی پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔
[شعبہ نشر و اشاعت، ادارہ جامعہ سلفیہ]

حج انزولمٹ

3246

سعودیہ منتظم نمبر

4139

ٹورزم لائسنس نمبر

3359

ٹرپولز اینڈ ٹورز

(پرائیوٹ) لمیٹڈ

حج 2010

کتاب و سنت کے مطابق فریضہ حج کی ادائیگی
کیلئے

فاضلین مدینہ یونیورسٹی علماء کرام کے ساتھ حج کیجئے

سردار محمد نواز ڈوگر

0300-4699430



محمد زبیر عقیل

0300-8450426 فاضل مدینہ یونیورسٹی
0333-4484837 ایم اے شباب یونیورسٹی



شناور سیٹرموٹر سمن آباد ملتان روڈ، لاہور۔ فون: 2-042-37525001

ای میل: takbi@travel@yahoo.com، ویب سائٹ: www.takbeertravels.com.pk

بارود کا دھواں

سراب عمروں کا پار کرنا مصیبتوں کا حریف ہونا
ہزار دشواریوں کا موجب ہے آدمی کا نحیف ہونا
طرب کدوں کے کھلے دریچوں میں جگمگاتی سی شوخ کرنیں
نہیں کسی معجزے سے کم اس فضا میں رہ کر شریف ہونا
ہوائے عالم ہے گرچہ یکساں، مزاج خلقت جدا جدا ہے
جہتوں پر یہ منحصر ہے متین ہونا ظریف ہونا
یہ سہمی ستمی سی بند کلیاں ، وہ بھوکی بھوکی حریص نظریں
سرِ چمن زارِ آرزو شائد ہے جرم صنف لطیف ہونا
نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن عجیب الجھن میں گھر گیا ہوں
عذابِ جاں بن گیا ہے میرے لیے کسی کا حلیف ہونا
کہاں وہ عہد کہن کی باتیں، چمن میں مہکار کی برائیں
کہاں یہ باردو کے دھوئیں سے نفسِ نفس کا کثیف ہونا
بقولِ اکبر پسِ امارت گراں تو ہے مفلسی بھی راسخ
مگر ہے اس سے بھی سخت منزلِ جوان ہو کر ضعیف ہونا

[راسخ عرفانی]